انجمن خدّام القرآن
سندھ، کراچی، رجسٹرڈ
شمارہ نمبر 37
فروری 2022ء بمطابق رجب المرجب 1443ھ
ماہنامہ

آئینۂ انجمن

اسلامی، اصلاحی، علمی جریدہ
بانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اہم موضوعات

- فرمانِ الٰہی و فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
- اداریہ
- ملفوظاتِ ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ
- اقتباس نگرانِ انجمن جناب شجاع الدین شیخ صاحب حفظہ اللہ
- تعارف جامع ترمذی
- مساجد کی اہمیت
- انجمن خدّام القرآن سندھ کے تحت جاری تدریسی سرگرمیاں
- شعبۂ سمع و بصر

فرمانِ الٰہی

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ
حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ۝ (سورۃ الحج:2-1)

ترجمہ:

اے لوگو! تقویٰ اختیار کرو اپنے رب کا یقیناً قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہوگا۔ جس دن تم دیکھو گے اس دن (حال یہ ہوگا) کہ بھول جائے گی ہر دودھ پلانے والی جسے وہ دودھ پلاتی تھی اور (دہشت کا عالم یہ ہوگا) کہ ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا اور تم دیکھو گے لوگوں کو جیسے وہ نشے میں ہوں گے حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب ہی بہت سخت ہے۔

تشریح:

سورۃ الانبیاء کا اختتام ''الفزع الاکبر'' (قیامت کی عظیم پریشانی) کے تذکرے پر ہوا تھا۔ اب سورۃ الحج کا آغاز بھی اسی کیفیت کے ذکر سے ہو رہا ہے۔ ماں کی مامتا کا جذبہ ضرب المثل ہے۔ ایک ماں اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر بھی اپنے بچے کی حفاظت کرتی ہے اور اس پر کسی صورت آنچ نہیں آنے دیتی۔ اپنے بچے سے محبت کا یہ جذبہ حیوانوں میں بھی اسی شدت کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ البتہ قیامت کا دن ایسا سخت ہوگا کہ اس کے خوف وہراس کے باعث دودھ پلانے والی مائیں ' چاہے وہ انسان ہوں یا حیوان ' اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی۔ وہ گھڑی ایسی خوفناک ہوگی کہ اس کی دہشت سے لوگ بے سدھ پڑے نظر آئیں گے۔ بہرحال حدیث میں واضح طور پر یہ خوشخبری سنائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومنین صادقین بندوں کو اس دن کی سختیوں سے دور رکھیں گے۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اجْعَلْنَا مِنْهُمْ !

(بیان القرآن: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ)

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

عَنْ أَبِي ذَرٍّ جندب بن جنادۃ و ابی عبد الرحمٰن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتَّقِ اللّٰہِ حَيْثُمَا كُنْتَ، وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ (جامع الترمذی)

ترجمہ:

سیدنا ابوذر جندب بن جنادہ اور عبد الرحمٰن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تم جہاں کہیں بھی اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھو اور گناہ کے بعد نیکی کر لیا کرو وہ نیکی اس گناہ کو مٹا دے گی اور لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آیا کرو۔

تشریح:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دو صحابہ کرامؓ کو اس حدیث میں تین نصیحتیں فرمائی ہیں پہلی وصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ بڑا جامع لفظ ہے اس میں نیکی کا شوق اور اعمال قبیحہ سے نفرت و اجتناب تک شامل ہے یہ وصف ایک محتاط زندگی اختیار کرنے کا متقاضی ہے صاحب تقویٰ شخص انتہائی پھونک پھونک کر قدم اٹھاتا ہے قرآن حکیم میں بھی بار بار تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے سورۃ آل عمران میں فرمایا گیا۔ اے ایمان والوں اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت آئے تو اسلام کی حالت میں آئے۔ دوسری وصیت آپ نے فرمائی کہ گناہ کے بعد نیکی کر لیا کرو وہ نیکی اس گناہ کو مٹا ڈالے گی واقعی نیکیاں گناہوں کو مٹا ڈالتی ہیں جیسے سورۃ ہود آیت 114 میں ارشاد ہے بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا ڈالتی ہیں انسان خطا کا پتلا ہے اس سے غلطی کا سرزد ہو جانا مستبعد نہیں ہے لیکن چاہیے کہ انسان غلطی پر دوام کی بجائے فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف

رجوع کرے۔ تیسری وصیت آپ ﷺ نے یہ فرمائی کہ لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آیا کرو۔ حسن اخلاق مسلمان کا بہترین وصف ہے اور تمام انبیاء کرام اعلیٰ اخلاق کا بہترین نمونہ تھے آنحضرت ﷺ کے اخلاق کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ آپ ﷺ اخلاق کی اعلیٰ قدروں پر فائز ہیں۔ ایک حدیث میں اپنے اچھے اخلاق والے کو کامل مومن قرار دیا نبی اکرم ﷺ انتہائی اعلیٰ اخلاق کے مالک ہونے کے باوجود دعا فرماتے تھے ”یا اللہ تو نے جیسے میری صورت خوبصورت بنائی ہے ویسے میرے اخلاق بھی عمدہ بنادے۔“

(شرح اربعین نووی از پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی)

کتابِ زندگی

کتابِ زندگی کے ورق برابر الٹ رہے ہیں، ہر آنے والی صبح ایک نیا ورق الٹ دیتی ہے۔ یہ الٹے ہوئے ورق برابر بڑھ رہے ہیں اور باقی ماندہ ورق کم ہو رہے ہیں---اور ایک دن وہ ہوگا جب آپ اپنی زندگی کا آخری ورق الٹ رہے ہوں گے---جونہی آپ کی آنکھیں بند ہوں گی، یہ کتاب بھی بند ہو جائے گی اور آپ کی یہ تصنیف محفوظ کر دی جائے گی۔

کبھی آپ نے غور کیا کہ اس کتابِ زندگی میں آپ کیا درج کر رہے ہیں؟ روزانہ کیا کچھ اس میں لکھ کر اس کا ورق الٹ دیتے ہیں۔ آپ کو شعور ہو نہ ہو، آپ کی یہ تصنیف تیار ہو رہی ہے اور آپ اس کی ترتیب و تکمیل میں اپنی ساری قوتوں کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ اس میں وہ سب کچھ لکھ رہے ہیں جو آپ سوچتے ہیں، دیکھتے ہیں، سنتے ہیں، چاہتے ہیں، کرتے ہیں اور کرواتے ہیں۔ اس میں صرف وہی کچھ نوٹ ہو رہا ہے جو آپ نوٹ کر رہے ہیں۔ کسی دوسرے کو ہرگز کوئی اختیار نہیں جو ایک شوشہ بھی اس میں بڑھا یا گھٹا سکے۔ اس کتاب کے مصنف تنہا آپ ہیں اور صرف آپ ہی اپنی کوشش اور کاوش سے اسے ترتیب دے رہے ہیں۔ ذرا آنکھیں بند کیجیے اور سوچیئے "کل" یہی کتاب آپ کے ہاتھ میں ہوگی اور شہنشاہِ واحد و قہار آپ سے کہے گا:

اقرا کتٰبك کفیٰ بنفسك الیوم علیك حسیبا (الاسرا 14)

"پڑھ اپنی کتاب! آج اپنے نامہ اعمال کا جائزہ لینے کے لیے تو خود ہی کافی ہے۔"

پھر سوچیئے ان خوش نصیبوں کی خوشی کا کیا ٹھکانہ ہوگا جن کا دفترِ عمل ان کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اور ان مجرموں پر کیا بیتے گی جن کی کتابِ زندگی ان کے بائیں ہاتھ میں پکڑائی جائے گی! کبھی آپ نے غور کیا کہ آپ اپنی کتابِ زندگی کس ہاتھ میں لینے کی تیاری کر رہے ہیں، دائیں ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں؟---دائیں ہاتھ میں وہی کتاب دی جائے گی جو اللہ کی نظر میں دائیں ہاتھ کے لائق ہوگی۔ اور بائیں ہاتھ میں وہی کتاب دی جائے گی جو اللہ کی نظر میں بائیں ہاتھ کے لائق ہوگی۔ سنجیدگی سے سوچنے کی بات ہے کہ آپ اپنی شب و روز کی بھاگ دوڑ سے جو کتاب مرتب کر رہے ہیں وہ کس آرزو کے ساتھ کر رہے ہیں اور اس آرزو میں آپ کس حد تک مخلص ہیں! سوچیئے ذرا!

ماخوذ: شعورِ حیات، مؤلف: محمد یوسف اصلاحیؒ

ادار یہ مدیر تعلیم انجمن خدّام القرآن

تعلق کی پانچ جہتیں

ڈاکٹر محمد الیاس

آج رشتے بوجھ محسوس ہوتے ہیں، باپ سے زیادہ دوست قریب ہوتے ہیں، رشتے داروں سے بڑھ کر سوشل میڈیا پر دوستیاں کی جاتی ہیں، مال سارا کا سارا اپنے اوپر ہی خرچ ہو جاتا ہے، رشتے نبھانے کے لیے نہ وقت ہے، نہ مال ہے نہ کوئی فکر ہے! آج انسان اپنے دادا، نانا اور دیگر بزرگوں کے طرز عمل پر کڑھتا ہے جو اپنے پورے کنبہ و خاندان کا خیال کیا کرتے تھے اور اپنا مال بیوی بچوں اور والدین کے علاوہ اپنے رحمی رشتوں، قرابت داروں اور ان کی اولادوں پر خرچ کر دیتے تھے اور ان کے ماتھے پر شکن تک نہیں آتی تھی، اب صورتِ حال یہ ہے کہ انسان اپنے بیوی بچوں کے علاوہ کسی دوسرے کی ذمہ داری قبول کرنے کو تیار نہیں ہے اور رشتے نبھانے کو وقت کا ضیاع اور مال کی بربادی سمجھتا ہے۔ جبکہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا (بنی اسرائیل:26)

"رشتے داروں کو ان کا حق دو اور مساکین کو اور مسافروں کو اور مال کو بے جا مت اڑاو۔"

قرآن حکیم میں کم و بیش 9 مقامات پر رشتے داروں کے حقوق ادا کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ "قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا" (صحیح بخاری)۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "جسے یہ پسند ہو کہ اس کی روزی میں کشادگی اور اس کی عمر میں اضافہ ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ صلہ رحمی کرے" (صحیح بخاری)۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "ظلم و زیادتی اور قطع رحمی دو جرم ایسے ہیں کہ اللہ دنیا میں بھی ان کی فوراً سزا دے دیتا ہے" (جامع ترمذی) بقول شاعر:

عدل و انصاف فقط حشر پہ موقوف نہیں

زندگی خود بھی گناہوں کی سزا دیتی ہے

اسلام اچھے تعلق کو ایک طاقت گردانتا ہے۔ ہمیں کامیاب زندگی گزارنے کے لیے تعلق کی پانچ جہتوں پر کام کرنا چاہیئے اور ان جہتوں کے تحت مثبت اور مضبوط تعلقات بنانے چاہیئں۔ یعنی ہمارا اللہ کے ساتھ تعلق، ہمارا اپنے آپ کے ساتھ تعلق، ہمارا اپنوں کے ساتھ تعلق، ہمارا دیگر لوگوں کے ساتھ تعلق اور ہمارا فطرت کے ساتھ تعلق۔

1) ہمارا اللہ کے ساتھ تعلق جو آج ہے کل اس میں بہتری مطلوب ہے۔ اللہ سے قربت کی جگہ دوری نہیں ہونی چاہیئے۔ اللہ کی قربت کے حصول میں تقرب بالفرائض کو ترجیح حاصل ہے تقرب بالنوافل پر۔

2) ہمارا اپنے آپ کے ساتھ تعلق کا معنی ہے کہ ہم اپنے آپ کو اچھی طرح جانیں اور پہچانیں تاکہ نفس کے ساتھ عدل و احسان کر سکیں اور نفس کا تزکیہ کر سکیں۔ ہماری سوچ، خواہشات اور آرزوئیں پاکیزہ ہو جائیں ہمارا انتہائی کا تجربہ بامقصد ہو جائے۔

3)ہمارا اپنوں کے ساتھ تعلق یعنی والدین، بہن بھائیوں، رشتے داروں، شریک حیات اور اولاد کے ساتھ مستحکم اور مضبوط ہو جائے۔ ہم ان کا اعتماد حاصل کر سکیں اور انہیں اعتماد دے سکیں۔ ہم ان کے ساتھ خوش رہ سکیں اور انہیں خوش رکھ سکیں۔

4)ہمارا دیگر لوگوں کے ساتھ تعلق کے معنی ہیں ہمارا امت ایجابت اور امت دعوت کے ساتھ تعلق۔ ہم تمام انسانوں کے لیے خلوص و خیر خواہی کا جذبہ رکھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیر الناس أنفعھم للناس "لوگوں میں بہترین وہ ہے جو دوسرے لوگوں کے لیے زیادہ نفع مند ہو۔" ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ ! اللہ کے ہاں محبوب ترین کون ہے؟ اور کون سے اعمال اللہ کو زیادہ پسند ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کے نزدیک محبوب ترین وہ ہے، جو لوگوں کو زیادہ فائدہ پہنچانے والا ہے، مشکل دور کرتا ہے، قرض ادا کر دیتا ہے، بھوک مٹاتا ہے۔ اور کسی شخص کی ضرورت پوری کرنے کے لیے اس کے ساتھ چلنا، مجھے مسجد نبوی میں ایک ماہ کے اعتکاف سے بھی زیادہ پسند ہے۔"

5)ہمارا فطرت کے ساتھ یہ تعلق ہو کہ ہمیں فطرت دلفریب لگے، خوشی کا باعث بنے۔ ہم فطرت کے وسائل کے استعمال میں اسراف نہ کریں ان کو ضائع نہ کریں برباد نہ کریں۔ جیسا کہ علامہ اقبال فرماتے ہیں

فطرت کو خرد کے روبرو کر　　تسخیر مقام رنگ و بو کر

تو اپنی خودی کو کھو چکا ہے　　کھوئی ہوئی شے کی جستجو کر

تاروں کی فضا ہے بیکرانہ　　تو بھی یہ مقام آرزو کر

عریاں ہیں ترے چمن کی حوریں　　چاک گل و لالہ کو رفو کر

بے ذوق نہیں اگرچہ فطرت　　جو اس سے نہ ہو سکا وہ تو کر

سنہرے بول

- ایمان سے رنج و غم اور فکریں ختم ہوتی ہیں، وہ اہلِ ایمان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور عبادت گزاروں کی تسلی۔
- قضائے مبرم پر راضی رہو، جو روزی قسمت میں ہے اس پر شکر کرو۔ ہر چیز تقدیر پر مبنی ہے اس لیے ملال نہ کرو۔
- اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے، گناہوں کا بوجھ کم ہوتا ہے، علام الغیوب خوش ہوتا اور پریشانیاں دور ہوتی ہیں۔
- کسی کے شکریہ کا انتظار مت کرو، بس اللہ الصمد کا ثواب کافی ہے، منکروں کے انکار اور حاسدوں کے حسد سے آپ کا کوئی نقصان نہ ہو گا۔
- صبح کر لو تو شام کا انتظار نہ کرو۔ آج کی حدود میں رہو اور آج کی اصلاح کے لیے پوری کوشش کرو۔
- مستقبل کو آنے دو کل کی فکر میں نہ پڑو، آج ٹھیک ہوا تو کل بھی ٹھیک ہو گا۔

حمد باری تعالیٰ

کونین کی ہر شے میں وہی جلوہ نما ہے

جتنی بھی ہو توصیفِ خدا، حق ہے ، بجا ہے

یہ ابر، یہ کہسار ، یہ صحرا، یہ گلستاں

یہ جو کچھ بھی ہےسب اس کا کرم اس کی عطا ہے

ہر گل کے تبسم میں عیاں حسن ہے اُس کا

بلبل کے ترنم میں نہاں اُس کی صدا ہے

ہر منزلِ دشوار کو کرتا ہے وہ آساں

وہ قادر مطلق ہے وہی عقدہ کشا ہے

وہ حسبِ طلب سب کو عطا کر تا ہے روزی

مومن ہے کہ کافر ہے، برا ہے کہ بھلا ہے

تحصیل زر و مال نہ شہرت نہ مراتب

اقبال کا مقصود فقط اُس کی رضا ہے

اقبال عظیم

نعت رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مصطفی مصطفی منبعٌ للصفاءُ

سیّد الأنبیاء مِشعلٌ فی الوفا

مصطفیﷺ سکون کا چشمہ ،انبیاء کے سردار، راہ وفا کی روشنی

کان فی عطفہِ للیتامی دفی

حن قلبی لہُ فاض شوقا إلیہ

ان کی ہمدردی یتیموں کی آس تھی، میرا دل آپ کی ملاقات کے شوق میں تڑپ رہا ہے

لیس أرجو سوی شربۃً من یدیہ

الصلاۃُ علیہ والسلامُ علیہ

اس کے علاوہ کوئی آرزو نہیں کہ آپ کے ہاتھوں سے حوض کوثر کا گھونٹ پی لوں درود وسلام بھیجو ان پر

للسماءِ ارتقی فأتی بالنقاء

وغدا وجھہُ نیّرا مشرقا

آسمان پر گئے اور پاکیزگی لے کر آئےاور ان کا چہرہ روشن و چمکدار ہوگیا

کان من عفوہِ حین حان اللقاء

قال فلتذھبوا أنتم الطلقاء

اور ان کے درگزر کا یہ عالم تھا کہ جب دشمن سے ملاقات کا وقت آتا تو کہتے جاؤ تم آزاد ہو

کان فی ھدیہِ منھجا وسطا

کان تُسعدہُ بسمۃُ البُسطاءُ

ان کی زندگی میں بہت زیادہ میانہ روی تھی سادگی اور ہلکی مسکراہٹ ان کی عادت تھی

سیّدٌ فی الکرم قمۃٌ فی العطاء

مصطفی مصطفی منبعٌ للصفاءُسیّد الأنبیاء مِشعلٌ فی الوفا

آپ سخیوں کے سردار تھے مصطفیﷺ سکون کا چشمہ ،انبیاء کے سردار، راہ وفا کی روشنی

مشاری بن راشد العفاسی

اسلامی تاریخ میں بیعت کا مقام

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

امت مسلمہ کی 13 سو سالہ تاریخ میں جماعت سازی کے لیے صرف بیعت ہی کی اساس ملتی ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد جو نظام خلافتِ علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوا اس کی بنیاد بیعت ہی تھی۔ پھر جب صحابہؓ نے محسوس کیا کہ خلافت کا ادارہ رفتہ رفتہ ملوکیت میں تبدیل ہو رہا ہے اور انہوں نے اس زوال کو روکنے کے لیے جدوجہد کی تو اس میں بیعت کا طریقہ ہی اختیار کیا۔ چنانچہ حضرت حسین ابن علیؓ اور حضرت ابنِ عبداللہ بن زبیرؓ دونوں کی جدوجہد بیعت کی اساس پر ہوئی۔ اس کے بعد ملوکیت نے اپنے پنجے پوری طرح سے گاڑ لیے تب بھی خلفا (اصل میں ملوک) اپنی حکومت کو بیعت کی بنیاد پر استوار کرتے رہے۔

اصولی طور پر تو اسلام میں مذہب و سیاست کے درمیان کوئی تفریق نہیں ہے، لیکن عملاً ہم دیکھتے ہیں عہد ملوکیت میں یہ تقسیم نمایاں ہونے لگی تھی۔ نتیجتاً بیعت کا ادارہ بھی دو حصوں میں منقسم ہو گیا۔ بادشاہ عوام سے سیاسی اطاعت کا وعدہ بیعت کے ذریعے سے لیتے تھے، لیکن ساتھ ہی اسلامی معاشرے میں افراد کے تزکیۂ نفس اور اصلاحِ باطن کے لیے صوفیا کرام بھی لوگوں سے روحانی اور اخلاقی اطاعت کا وعدہ لینے لگے اور یہ شے بیعتِ ارشاد کہلائی۔

تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ گزشتہ صدی میں مسلمانوں کو غیر ملکی استعمار سے نجات دلانے کے لیے جتنی بھی عسکری تحریکیں چلیں، ان سب کی بنیاد بیعت ہی تھی۔ چنانچہ ہندوستان میں سید احمد بریلوی کی تحریک، لیبیا میں محمد علی السنوسی کی سنوسی تحریک اور سوڈان میں محمد احمد المہدی کی تحریک، سب میں نظم کی بنیاد بیعت تھی۔ موجودہ صدی میں مولانا ابوالکلام آزاد نے جب 1913 میں اپنی جماعت یعنی حزب اللہ قائم کی، تو بیعت ہی اس کی اساس کے طور پر اختیار کیا۔ اسی طرح الاخوان المسلمون کے بانی ارکان نے شیخ حسن البناء شہید کے ہاتھ پر بیعت کی، جو مرشد عام کہلاتے ہیں۔

غرضیکہ امت کی 13 سو سالہ تاریخ کی گواہی ہمارے سامنے موجود ہے کہ جہاں بھی کسی منظم جدوجہد کے لیے جماعت سازی کی ضرورت پیش آئی وہاں ہمیشہ بیعت ہی کے طریقے کو اختیار کیا گیا۔ خواہ معاملہ حکومت بنانے کا ہو یا اسلامی اصولوں کو نظام حکومت میں دوبارہ رائج کرنے کا ہو، تزکیۂ نفوس اور اصلاحِ باطن کا مسئلہ ہو یا مسلمانوں کے علاقوں کو غیر مسلموں سے آزاد کرانے کی جدوجہد، ہر بار افراد کو جمع کرنے اور منظم کرنے کے لیے صرف بیعت کا طریقہ اختیار کیا گیا۔

بحوالہ: اسلامی نظمِ جماعت میں بیعت کی اہمیت

اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری نصرت و اعانت فرمائیں۔ (حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ)

لوگو! جب فتنہ آتا ہے تو پہچانا نہیں جاتا۔ جب گزر جاتا ہے تب اس کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ (حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ)

روز قیامت میں تین گروہ

شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ

آج ہم جس دور میں جی رہے ہیں اس میں انسانوں کا ایک بہت بڑا طبقہ ایسا ہے جو آخرت کا سرے سے ہی انکاری ہے۔اسی طرح ایک طبقہ وہ بھی ہے جو آخرت کاانکار تونہیں کرتالیکن ان کا عمل ثبوت پیش نہیں کرتا کہ یہ مرنے پر یقین رکھتے ہیں یا مرنے کے بعد کی زندگی کا یقین رکھتے ہیں۔ایسے تمام ہی طبقات کو قرآن مخاطب کرتاہے۔ہمارے عمل پر سب سے زیادہ جو چیز اثر انداز ہوتی ہے وہ آخرت کا عقیدہ ہے۔ آخرت پر جتنا ہمارا یقین پختہ ہو گا، یوم حساب کا خوف جتنا ہمارے دلوں میں گہرا ہو گا اتنا ہی ہمارا عمل درست اور نیک ہو گا۔ سورۃ الواقعہ ان مکی سورتوں میں سے ایک ہے جن میں توحید اور اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے بیان کے ساتھ ساتھ غالب بیان آخرت کے حوالے سے ہے۔ابتدائی آیات میں قیامت برپا ہونے کے مناظر کو بیان کیا گیا ہے اور اس خوفناک دن لوگوں کی جو کیفیت ہو گی اس کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ قرآن کے مطابق اس دن لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ جن میں مقربین (اعلیٰ درجات پانے والے)، اصحاب الیمین (عام اہل جنت)اور اصحاب الشمال شامل ہیں۔

اللہ سبحان و تعالیٰ کا ارشاد ہے : وَكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً (الواقعہ 7)۔ "اور تم تین گروہوں مین تقسیم ہو جاؤ گے"۔ پہلے گروہ کے بارے میں فرمایا: فَأَصْحَٰبُ ٱلْمَيْمَنَةِ مَآ أَصْحَٰبُ ٱلْمَيْمَنَةِ (8) ۔ "تو جو داہنے والے ہوں گے ، کیا خوب ہوں گے وہ داہنے والے !"۔ یہ گروہ وہ ہو گا جن کا نامہ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ ان کو اصحاب یمین کہا گیا۔ لفظ یمین میں برکت، سعادت مندی اور خیر کا پہلو بھی شامل ہے۔ یہ وہ لوگ ہونگے جنہون نے دنیا میں سعادت مندی کا مظاہرہ کیا ہو گا۔ وہ دنیا میں خیر میں آگے بڑھتے رہے۔ آگے فرمایا: وَأَصْحَٰبُ ٱلْمَشْـَٔمَةِ مَآ أَصْحَٰبُ ٱلْمَشْـَٔمَةِ (9) ۔ "اور جو بائیں والے ہوں گے، تو کیا حال ہو گا بائیں والوں کا !" لفظ مشئمہ بائیں ہاتھ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ جن کا اعمال نامہ ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ جس طرح یمین کا لفظ خیر کے لیے آیا اسی طرح مشئمہ کا لفظ نحوست کے لیے آیا۔ یعنی دنیا میں جن کے ہاں اعمال کی نحوستیں تھیں۔ نحوست والے اعمال گناہ، کفر اور شرک والے اعمال ہوتے ہیں۔ آگے فرمایا: وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلسَّٰبِقُونَ (10) ۔ "اور آگے نکل جانے والے تو ہیں ہی آگے نکل جانے والے !"۔ سبحان اللہ ! یہ وہ ایمان والے ہیں جو جنت کا اعلیٰ درجہ پائیں گے۔ یہ نیکی اور خیر کے کاموں میں سبقت لے جانے والے ہونگے۔ یہ قیامت والے دن جنت ی طرف جانے والے راستے پر سب سے آگے ہونگے۔ آگے فرمایا: أُولَٰٓئِكَ ٱلْمُقَرَّبُونَ (11) ۔ "وہی تو بہت مقرب ہوں گے !"۔ یعنی یہ اللہ کا بہت زیادہ قرب پانے والے ہونگے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان مقربین جیسے اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور روز قیامت ہمیں ان میں شامل فرمائے۔ آمین !

خطبہ جمعہ سے ماخوذ

تعارف جامع ترمذی

محمد نعیم ساجد

عظیم فقیہ و محقق حضرت مولانا مفتی محمد زاہد صاحب

شیخ الحدیث و نائب مہتمم جامعہ اسلامیہ امدادیہ (فیصل آباد)

حضرت مولانا مفتی محمد زاہد صاحب جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد کے نائب مہتمم اور شیخ الحدیث کے طور پر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ حضرت عسکری بنک، بنک آف خیبر، بنک آف پنجاب کے شریعہ بورڈ کے چیئرمین اور ایم سی بی آف حبیب اسلامک فنڈ کے شریعہ بورڈ کے ممبر ہیں۔ حضرت کی کافی تصانیف بھی منظر عام پر آچکی ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد زاہد صاحب نے 2014 میں قرآن اکیڈمی یٰسین آباد میں یہ لیکچر دیا تھا جس کو صفحہ قرطاس پر منتقل کر کے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

مرتب کردہ

محمد نعیم ساجد

متعلم رجوع الی القرآن کورس (سال دوم)

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد، کراچی

جامع ترمذی علمِ حدیث کی مشہور و معروف کتاب ہے جو تیسری صدی ہجری میں تصنیف کی گئی۔ اگرچہ ظاہر ہے کہ علمِ حدیث کے لکھنے لکھانے کا کام تیسری صدی ہجری سے شروع نہیں ہوا بلکہ نبی اکرم ﷺ کے عہدِ مبارک سے ہی اس کا آغاز ہو گیا تھا اور پانچویں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے اس کو ایک خاص تخلیق اور ایک خاص منہج ملا، اس زمانے سے لے کر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ تک تدوینِ حدیث کی بات کیسے پہنچی اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو اس ماحول میں یہ کتاب لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی، اس سلسلے میں دو رائے پیش کی گئی ہیں یعنی علم حدیث پر کتابیں لکھنے کے دو منہج رہے ہیں۔

- ایک کو ہم متقدمین کا منہج کہہ سکتے ہیں۔
- دوسرے کو متاخرین کا منہج کہہ سکتے ہیں۔

متقدمین کا منہج:

متقدمین کا منہج اور اس کی بنیادی خصوصیات یہ تھیں کہ ان کے ہاں احادیثِ مرفوعہ، یعنی رسول اکرم ﷺ کے اقوال وارشادات یا آپ ﷺ کے افعالِ مبارکہ یا آپ ﷺ نے جن چیزوں پر سکوت اختیار کیا، جسے محدثین کی اصطلاح میں تقریر کہا جاتا ہے، کو نقل کیا جاتا تھا اور ساتھ ہی صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال، فتاوٰی اور خاص طور پر خلفاءِ راشدین کے جو فیصلے، ان کے انتظامی احکامات یا بطورِ قاضی جو ان کے قضایہ ہوتے تھے ان کو بھی ذکر کرنے کا اہتمام کیا جاتا تھا اور صرف انہی کا ذکر کرنے کا اہتمام نہیں کیا جاتا تھا بلکہ ان کے بعد تابعین کے زمانے کی جو بڑی معتبر اور علمی شخصیات ہوتی تھیں ان کے اقوال بھی ذکر کیے جاتے تھے۔ گویا متقدمین کے پیشِ نظر بنیادی طور پر صرف حدیث کی کتاب لکھنا ہی نہیں ہوتا تھا بلکہ دین کی کتاب لکھنا ہوتا تھا، اس لیے ہر وہ چیز جو دین میں قابلِ استدلال ہے، کو اکھٹا

کیا جاتا تھا جس کو تالیف کہا جاتا ہے۔ اس سلسلے کی ایک مثال ''موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ'' کی ہے، اسی طرح اس زمانے کی دیگر کتب میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''کتاب الاثار'' ہے جسے ان کے مایہ ناز تلامذہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ور دیگر تلامذہ نے روایت کیا اس کا منہج بھی متقدمین کے طرز پر ہے۔

متأخرین کا منہج:

پھر ایک دور وہ آیا جس میں یہ سوچا گیا کہ ایسے مجموعے تیار ہونے چاہئیں جن کا بنیادی مقصد نبی اکرم ﷺ کے اقوال وارشادات، افعال اور آپ ﷺ نے خاموشی کے ذریعے سے جس پر مہرِ تصدیق ثبت کی ہے صرف انہی کو جمع کیا جائے، یعنی صرف احادیثِ مرفوعہ ہی کو جمع کیا جائے۔ یہ متأخرین کا منہجِ تحریر ہے۔ اس میں سب سے معروف امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی مسند ہے، اسی طرح مسند اسحاق بن راہویہ اور مسند ابی یعلی وغیرہ ہے جو اسی منہج کے تحت لکھی گئی ہیں۔

مسند:

مسند سے مراد وہ کتاب ہوتی ہے جس میں ہر صحابی رضی اللہ عنہ کی مرویات الگ الگ ذکر کر دی جائیں چنانچہ سب سے پہلے سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پھر سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مرویات ذکر کی جاتی ہیں۔ اس کے بعد پھر مختلف تراکیب سے کتابیں لکھی گئیں مثلاً بعض حضرات، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد باقی عشرہ مبشرہ کو لائے ہیں اور بعض حضرات، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد حروفِ تہجی کی ترتیب اختیار کر لیتے ہیں، جن میں پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پھر صحابیات رضی اللہ عنہن کی مرویات تحریر کی جاتی ہیں۔ اس طرح کی کتب کو مسند کہا جاتا ہے۔

معجم:

معجم اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں ایک شیخ کی مرویات کو ایک جگہ جمع کر دیا جاتا ہے، دوسرے شیخ کی مرویات کو دوسری جگہ جمع کیا جاتا ہے۔ اس طرح کی کتب کو معاجم کہا جاتا ہے۔

صحاح ستہ:

صحاح ستہ کا دور چونکہ مسانید کے بعد کا دور ہے اس لیے بنیادی طور پر صحاح ستہ میں متاخرین کا منہج اختیار کیا گیا ہے۔ جامع ترمذی کا کوئی بھی بڑا عنوان اگر دیکھا جائے (بڑے عنوان کو محدثین کے ہاں کتاب کے لفظ سے یا ابواب کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسے أبواب الصلوٰۃ، أبواب الزکوٰۃ وغیرہ) تو جامع ترمذی میں آپ کو جگہ جگہ لکھا ہوا نظر آئے گا ''أبواب الصلوٰۃ عن رسول اللہ ﷺ' یا أبواب الزکوٰۃ عن رسول اللہ ﷺ، یہ ہر جگہ جو ''عن رسول اللہ ﷺ'' کے الفاظ بڑھائے ہیں یہ در حقیقت اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ جو کتاب لکھی گئی ہے یہ متاخرین کے منہج کے مطابق ہے۔ اسی طرح صحیح بخاری کا پورا نام ''الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول اللہ ﷺ وسننہ وأیامہ'' ہے اس میں بھی ''من أمور رسول اللہ ﷺ'' کا لفظ جہاں دیگر امور کی نشاندہی کر رہا ہے وہیں اس بات کی نشاندہی بھی کر رہا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود اصلی احادیثِ مرفوعہ کو ذکر کرنا ہے۔

اسلوبِ تالیف میں تبدیلی کی وجہ:

متقدمین کے زمانے سے لے کر متأخرین کے زمانے تک اسلوبِ تالیف میں جو تبدیلی آئی، اس کی وجہ ہر گز یہ نہیں ہے کہ متقدمین کے ہاں تو احادیثِ مرفوعہ کے ساتھ ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کے اقوال کو بھی قابلِ استدلال سمجھا جاتا تھا، قابلِ استفادہ سمجھا جاتا تھا، ان کی اہمیت کو مانا جاتا تھا اور متأخرین کے زمانے میں نقطۂ نظر تبدیل ہو گیا۔ یہ ایک مغالطہ ہے۔ کسی بھی چیز کو محفوظ کرنے کا ایک وقت ہوتا ہے اور جب وہ محفوظ ہو جاتی ہے پھر اس کی تدوین کا وقت ہوتا ہے۔ چنانچہ پہلے مرحلے میں اب تک ہماری پچھلی نسلوں سے جو دین پہنچا ہے، دین کی باتیں پہنچی ہیں وہ محفوظ کرنا مقصود تھا، اسی لیے متقدمین کے سامنے جو کچھ آیا اور اس کو انھوں نے مستند سمجھا، اپنی کتاب میں ذکر کرنے کے قابل سمجھا اس کو انھوں نے جمع کر دیا۔ تیسری صدی ہجری تک اس بات کا مکمل اطمینان ہو چکا تھا کہ احادیث محفوظ ہو چکی ہیں۔ صحاحِ ستہ کا دور آتا ہی تب ہے جب احادیث مکمل طور پر محفوظ ہو چکی تھیں اور بڑی تعداد میں احادیث کے مجموعے تیار ہو چکے تھے۔ حفاظت کے اس مرحلے کے مکمل ہونے کے بعد جو حضرات آئے انھوں نے اس مواد کو ''سھل التناول'' بنا دیا، یعنی جس سے استفادہ آسان ہو جائے۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے انداز تصنیف بدلا، کچھ حضرات نے ایسی کتابیں لکھیں جن کا بنیادی مقصد حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور حضراتِ تابعین رحمہم اللہ کے اقوال جمع کرنا تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے پہلی تصنیف 'قضایا الصحابہ ؓ والتابعین ؒ'' میں انھوں نے صحابہؓ اور تابعینؒ کے فیصلے اور فتویٰ جمع کیے ہیں۔ اس پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کی اہمیت کا انکار متاخرین میں نہیں تھا بلکہ مقصود صرف تمام چیزوں کو الگ الگ کرنا تھا تاکہ ڈھونڈنے اور سمجھنے والوں کے لیے آسانی ہو۔

تدوینِ حدیث:

صحیح بخاری کی روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خط ابو بکر ابن حزم کے نام لکھا کہ ''انظر الیٰ ماکان من حدیث رسول اللہ ﷺ فاکتبہ فانی خفت دروس العلم وذھاب العلماء'' کہ مجھے یہ خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ اس وقت جو اہل علم موجود ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور باتیں یاد ہیں یا لکھی ہوئی تحریرات موجود ہیں، یہ اگر دنیا سے چلے جائیں تو ان کے پاس جو علم غیر منضبط انداز میں پڑا ہوا ہے وہ کہیں ضائع نہ ہو جائے۔ اس خط کے متعلق حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ خط صرف ابو بکر ابن حزم کے نام نہیں لکھا تھا بلکہ مختلف بلاد کے نمایاں اہل علم کے نام یہ مراسلہ تھا اور اس خط میں صرف رسول اللہ ﷺ کی احادیث لکھنے کا تذکرہ نہیں تھا بلکہ اس میں یہ بھی تھا کہ '' احادیث و سنۃ'' یعنی وہ طریقہ جو آپ نے اپنے زمانے میں رائج کیا۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے اس مراسلے کے نتیجے میں جو شخصیات اس طرف متوجہ ہوئیں ان میں ایک بڑا نام ''ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ'' کا ہے۔

حدیث کی تعریف:

ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھی صالح بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اور ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ نے مل کر جب احادیث کی تدوین کا کام شروع کیا تو ایک نقطہ پر میرا اور ان کا اختلاف ہو گیا، میں کہہ رہا تھا کہ حدیث صرف رسول اللہ ﷺ کے ارشادات ہیں چنانچہ صرف وہی لکھے جائیں گے، اس کے علاوہ کچھ اور ضبطِ تحریر میں نہیں لایا جائے گا۔ جبکہ ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ کا اصرار یہ تھا کہ نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات تو لکھنے ہی ہیں، ان کے علاوہ ہمارے بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم اور کبارِ تابعین رحمہم اللہ کی باتیں بھی لکھنی چاہئیں، کیونکہ وہ بھی قابلِ استفادہ ہیں۔ صالح بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے انداز سے کام شروع کر دیا کہ احادیثِ رسول ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کے

اقوال بھی لکھنا شروع کیے اور میں نے صرف رسول اللہ ﷺ کی احادیث جمع کرنا شروع کیں۔ بعد میں صالح بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ اپنا احساس بیان کرتے ہیں کہ "تجربے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ کامیاب رہا اور میرا طریقہ اتنا کامیاب نہیں رہا۔ تو اس دور میں بھی یہ دونوں زاویۂ نگاہ موجود تھے مگر عملاً جو چیز رائج ہوئی وہ یہ تھی کہ سب کچھ ہی لکھا جائے، بیشک نبی ﷺ کے ارشادات "وحی" ہیں لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ارشادات اور تابعین عظام رحمہم اللہ کے ارشادات بھی ہمیں "وحی متلو" اور "غیر متلو" کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔

تعارف جامع ترمذی:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا نام محمد بن عیسٰی بن سورۃ بن موسیٰ ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا بنیادی مقصد تو نبی اکرم ﷺ کے ارشادات پیش کرنا ہے، لیکن امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ابواب کے متعلق حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے لے کر اب تک کے فقہاء کا نقطہ نظر کیا رہا ہے اور فقہاء نے اس باب کے اس مسئلے کو کس کس زاویے سے دیکھا ہے، اس کو جمع کرنے کا بھی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اہتمام کیا ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے متأخرین کا منہج اختیار کرنے کے باوجود متقدمین کے منہج کو بالکل چھوڑا نہیں ہے۔ جامع ترمذی کا مکمل نام ہے "الجامع المختصر من السنن عن رسول اللہ ﷺ و معرفۃ الصحیح والمعلول وما علیہ العمل" اس میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی بات یہ کہی کہ یہ کتاب جامع ہے۔ ایک طریقہ تصنیف یہ ہے کہ آپ متعدد موضوعات کا احاطہ کریں، مثلاً احکام فقہیہ سے متعلق احادیث جمع کرلی جائیں، جبکہ کچھ مصنفین کے پیش نظر یہ تھا کہ تمام موضوعات سے متعلق احادیث کو اپنی کتاب میں جمع کرلیا جائے اس طرح کی کتب کو محدثین رحمہم اللہ کی اصطلاح میں الجامع کہا جاتا ہے۔ صحاح ستہ میں دو کتابیں "جامع" ہیں، ایک "صحیح البخاری" اور دوسری ہے "جامع الترمذی"۔ دوسری چیز ہے "المختصر" یعنی جتنی احادیث امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھیں وہ ساری کی ساری اس میں جمع نہیں کردیں بلکہ ان تمام کا ایک نچوڑ اور ایک خلاصہ امت کے سامنے پیش کیا۔ تیسری چیز ہے "من السنن عن رسول اللہ ﷺ" سنن کے معنی ہیں زندگی گزارنے کا طریقہ اور عن رسول اللہ ﷺ کا لفظ اسی چیز کی نشاندہی کر رہا ہے جو پہلے عرض کیا جاچکا ہے۔ چوتھی چیز ہے "معرفۃ الصحیح والمعلول" کہ کتاب پڑھنے والے کو یہ علم ہو جائے کہ کون سی حدیث صحیح ہے اور کون سی حدیث معلول ہے، معلول کا سادہ سا ترجمہ یہ کیا جاسکتا ہے کہ ایسی حدیث جو صحیح نہیں ہے۔ کس حدیث کا درجہ کیا ہے؟ کون سی حدیث کا محدثانہ مرتبہ اور مقام کیا ہے؟ یہ طے کرنا یا پڑھنے والے کو بتانا یا قاری میں اس کی صلاحیت پیدا کرنا، یہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد تھا۔ چنانچہ ہر حدیث کو ذکر کرنے کے بعد حدیث کا درجہ بتایا گیا ہے اور یہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے اہم مقاصد میں شامل تھا۔ پانچویں چیز ہے "وما علیہ العمل" یہ سب سے اہم چیز ہے جو جامع ترمذی کی تالیف کا ایک حصہ ہے، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، آپ کو "خلیفۃ البخاری" کہا جاتا ہے۔

یہاں پر ایک اعتراض ہو سکتا ہے کہ جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اتنی عظیم کتاب جامع صحیح بخاری تحریر کی اور اتنی سخت شرائط رکھیں کہ فنی اعتبار سے حدیث کے اس مجموعے کو نقطہ کمال تک پہنچادیا اور اس کو "أصح الکتب بعد کتاب اللہ" کہا گیا۔ تو اتنا بڑا کام سامنے آنے کے بعد امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جیسے افراد کو مزید کام کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ بات دراصل یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سند کے اعتبار سے احادیث کے اس مجموعے کو نقطۂ کمال تک پہنچادیا اور اس کے نتیجے میں بہت سی احادیث ایسی ہیں جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے معیار پر پوری نہیں اتریں اس لیے وہ صحیح بخاری میں جگہ نہیں پاسکیں۔ اس سے یہ خیال ہو سکتا تھا کہ شاید امت کے لیے یہ احادیث فائدہ مند نہیں ہیں یا امت کو ان کی ضرورت نہیں ہے یا اگلی نسلوں تک ان احادیث کا پہنچنا ضروری نہیں ہے تو بعد کے حضرات نے ان غلط فہمیوں کو دور کیا جبکہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نقطۂ نظر ہرگز یہ نہیں تھا کہ جو حدیث ان کے معیار پر پوری نہیں اتر سکی تو وہ حدیث دین میں کسی

بھی درجے میں قابل اعتبار نہیں ہے۔امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا انداز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے بالکل جدا تھا،ان کا معیارِ انتخاب بہت لچکدار تھا،بہت نرم تھا،یوں کہہ لیں کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا کام دراصل امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے کام کا تتمہّ یعنی اس کی تکمیل ہے۔

یہاں پھر ایک سوال کھڑا ہوتا ہے کہ صحیح کے مقابلے میں ضعیف کا لفظ آنا چاہیے، لیکن امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ''ضعیف'' کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ

''المعلول'' کا لفظ استعمال کیا تو آخر اس کی کیا وجہ ہے ؟اس کا جواب یہ ہے محدثین کی جو اصطلاحات ہیں یہ بھی ارتقائی مراحل سے گزری ہیں مثلاً حدیثِ حسن کا تصور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اور ہے، لیکن اگر کچھ نسلیں آگے جائیں تو اس کا مطلب کچھ اور ملے گا۔تو یہ محض اصطلاحات کا فرق ہوتا ہے،اس میں کوئی ایسی قباحت کی بات نہیں ہے، کیونکہ یہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی اصطلاح ہے،اس لیے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف کا لفظ استعمال نہیں کیا، پوری جامع ترمذی میں ایک یادو مقام پر ضعیف کا لفظ استعمال ہوا ہے،اکثر مقام پر ''لیس اسنادہ بالقوی'' وغیرہ،اس طرح کے الفاظ تو مل جائیں گے مگر ضعیف کا لفظ بہت کم ملے گا اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ضعیف کی اصطلاح اس وقت تک اتنی زیادہ متعارف نہیں ہوئی ہو گی اس لیے ''معلول'' کا لفظ ذکر کیا۔

ضعیف اور معلول میں فرق:

ضعیف کے لفظی معنٰی ہیں ''کمزور''،مطلب یہ کہ وہ حدیث پورے طور پر ثابت نہیں ہے، یعنی ہمارے سامنے کوئی ایسی معقول وجہ نہیں آسکی جس کی وجہ سے اس کو قبول کریں اور نہ ہی کوئی ایسی وجہ سامنے آئی کہ اس کو بالکل رد کردیں، لیکن اگر کسی بات کو قبول کرنے کی کوئی وجہ سامنے نہ آئے اور آپ اس کو رد کردیں تو یہ اس کالازمی اور منطقی نتیجہ نہ ہوا بلکہ نتیجہ مختلف بھی ہوسکتا ہے۔جیسا کہ قرآن حکیم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے ''جب تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو اس کی بات کی تحقیق کرلو''اس میں یہ بات مضمر ہے کہ اگر دیگر قرائن سے اس کی تصدیق ہوجائے تو مان لو ورنہ یہ کہہ دو کہ ہم نہیں مانتے اور ہم رد کرتے ہیں، یہ دو الگ باتیں ہیں،اس لیے محدثین نے حدیث ضعیف سے نیچے ایک اصطلاح بیان فرمائی ''موضوع حدیث''اور اس کو مسترد کرنے کی وجہ ہمارے سامنے موجود ہوتی ہے، جبکہ حدیثِ ضعیف کا مطلب یہ ہے کہ اس کو قبول کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔علامہ خالد محمود صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے اس فرق کو اس طرح سمجھایا ہے کہ ''حدیثِ صحیح ایک تندرست انسان کی طرح ہے اور حدیثِ موضوع ایک مردار انسان کی طرح ہے کیونکہ یہ حدیث کی وہ قسم ہے کہ جس میں یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ یہ حدیث کسی نے اپنے پاس سے گھڑی ہے جب کہ حدیثِ ضعیف ایک کمزور لاغر انسان کی طرح ہے۔اب اگر ہم نے فیصلہ کرنا ہو کہ کمزور لاغر انسان کو مردار سے زیادہ قریب سمجھا جائے یا تندرست انسان سے زیادہ قریب سمجھا جائے تو نتیجہ یہی نکلے گا کہ اسے تندرست انسان سے زیادہ قریب سمجھا جائے اگرچہ ہم بالکلیہ اس پر تندرست انسان والی ذمہ داریاں بھی نہیں ڈالتے۔خلاصہ کلام یہ کہ حدیثِ ضعیف کو استنباطِ احکام میں بالکل حدیثِ صحیح کی طرح بھی استعمال نہیں کرسکتے اور نہ ہی اسے بالکل رد کرتے ہوئے ردی کی ٹوکری میں بھی نہیں پھینک سکتے''۔

معلول کا مطلب ہے جس میں علت ہو اور علت کے معنی ہوتے ہیں جس کو مسترد کرنے کی کوئی وجہ موجود ہو،وہ وجہ کوئی بھی ہوسکتی ہے،ضروری نہیں کہ وہ وجہ محدثانہ انداز ہی کی ہو، بعض اوقات وہ وجہ محدثانہ ہوتی ہے جیسا کہ راوی قابل اعتبار نہیں ہے یا اس کو روایت کرنے والا انتہائی کمزور یادداشت والا ہے یا روایت میں تسلسل نہیں ہے،اس کے علاوہ بھی کچھ وجوہات ہوتی ہیں مثلاً وہ حدیث دین کے مسلمات سے ٹکرا رہی ہو تو اس صورت میں قرآن و حدیث کے عمومی اصولوں کو لے لیا جائے گا،لیکن اس حدیث کو مسترد نہیں کریں گے بلکہ اس کی توجیہہ کردیں گے کہ اس کا یہ مطلب ہے۔پس ضعیف کے مقابلے میں معلول کا دائرہ وسیع ہے کیونکہ ضعیف اسے کہا جاتا ہے جس میں اسنادی حیثیت سے کوئی کمی ہو جبکہ معلول کے لیے ضروری نہیں ہے کہ اسنادی حیثیت سے ہی ہو بلکہ کسی اور پہلو سے بھی اس

میں کوئی کمی ہو سکتی ہے۔امام ترمذی رحمۃاللہ علیہ نے اپنی کتاب کے نام کا آخری حصہ ''وما علیہ العمل'' رکھا ہے اور اس کا یہ نام اہم ترین ہے یعنی صرف اسناد کے حوالے سے کسی حدیث کو پرکھ لینا، اس کا جائزہ لے لینا، یہی کافی نہیں ہے البتہ یہ بھی بہت بڑا کام ہے اور اس حوالے سے محدثین نے عظیم خدمات انجام دی ہیں جس کے نتیجے میں ایسے ایسے علوم وجود میں آئے ہیں کہ انسانی تاریخ میں ان کی کوئی مثال نہیں ملتی، صرف ''اسماء الرجال'' ہی کو دیکھ لیں تو اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جائے گا۔امام ترمذی رحمۃاللہ علیہ ''وما علیہ العمل'' کے ذریعے حدیث کو پرکھنے کے ایک اور زاویے کی طرف متوجہ کر رہے ہیں جو کہ بہت اہم زاویہ ہے اور وہ یہ ہے کہ حدیث کا جو مدعا اور مضمون ہے اس کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کے زمانے سے لے کر آج تک امت کا عمل کیا رہا ہے، یہاں عمل سے مراد ہمارے دور کا عمل نہیں ہے بلکہ قرونِ اولیٰ کا عمل مراد ہے۔یعنی کوئی عمل نبی اکرم ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے سے رواج پا کر چلا آرہا ہے لیکن اس کی کوئی مضبوط سند ہمیں نہیں ملتی تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ عمل سنت رسول ﷺ یا سنتِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے اگرچہ اس کی کوئی مضبوط سند موجود نہیں ہے۔

امام شافعی رحمۃاللہ علیہ نے اپنی کتاب کتاب الاُم میں اس حوالے سے لکھا ہے کہ وہ کام جو رواج میں چلے آرہے ہیں ان کے لیے سند تلاش کرنا ایک فضول اور غیر ضروری کام ہے، کیونکہ عمل میں کسی چیز کا آجانا بذاتِ خود اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔چنانچہ ابنِ شہاب زہری رحمۃاللہ علیہ بھی اس کے لیے ایک لفظ استعمال کرتے ہیں ''مضت السنۃ کذا''، یعنی پہلے سے طریقہ یوں چلا آرہا ہے۔گویا وہ بھی یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ یہ عمل سنت سے ثابت ہے۔اسی طرح جو چیز رواج میں آجاتی ہے وہ دو طرح کی ہوتی ہے، ایک یہ کہ پوری امت کا رواج ایک ہی جیسا ہے، ایسی چیزیں ہمارے لیے حتمی اور قطعی درجہ رکھتی ہیں اور ان اعمال میں مسلمانوں کے مسلسل عمل کی وجہ سے قطعیت ہوتی ہے اور کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ کوئی چیز عمل میں تو آئی ہے مگر مختلف جگہوں کے رواج الگ الگ ہیں۔اس کی ایک مثال نماز کی ہے کہ نماز کا ایک بنیادی ڈھانچہ ہے جو پوری امت میں ایک ہی جیسا ہے البتہ نماز کے کچھ اور امور بھی ہیں جو مختلف علاقوں میں مختلف رہے ہیں۔امام مالک رحمۃاللہ علیہ اپنی حدیث کی مشہور کتاب ''موطا'' میں بھی یہی اسلوب اختیار کرتے ہیں کہ جب کوئی حدیث نقل کرتے ہیں تو ساتھ ہی یہ بتاتے ہیں کہ مدینہ میں اس پر کیا عمل رہا ہے۔

امام ترمذی رحمۃاللہ علیہ نے جہاں احادیث کو سند کے زاویے سے دیکھا وہیں اس کو عمل کے زاویے سے بھی دیکھا ہے۔امام ترمذی رحمۃاللہ علیہ نے جامع ترمذی کا تعارف اپنی کتاب ''کتاب العلل الصغیر'' میں کروایا ہے اور اس میں وہ یہ بات لکھتے ہیں کہ میں نے جامع ترمذی میں جتنی احادیث بھی نقل کی ہیں ان میں سے ہر ہر حدیث پر امت کا عمل کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی طبقہ میں ضرور رہا ہے سوائے دو احادیث کے کہ جن پر امت مسلمہ کے کسی بھی طبقہ میں اور کسی بھی جگہ عمل نہیں رہا ہے اور ان دو احادیث پر عمل نہ ہونے کی علّت بھی ساتھ ہی بیان کر دی ہے۔ان دو احادیث میں سے ایک شراب نوشی کی حد سے متعلق حدیث ہے کہ اگر کوئی شراب پی لے تو اس کی سزا کیا ہوگی؟ معروف سزا تو یہ ہے کہ اسے کوڑے لگائے جائیں گے، لیکن ایک حدیث میں ہے کہ ''اگر کوئی شخص شراب پیے تو اسے کوڑے لگاؤ پھر دوبارہ پیے تو کوڑے لگاؤ پھر اگر پیے تو کوڑے لگاؤ اور جب چوتھی مرتبہ پکڑا جائے تو اس کو قتل کر دو''امام ترمذی رحمۃاللہ علیہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں اس حدیث پر کسی کا بھی عمل نہیں رہا ہے، اور عمل نہ ہونے کی وجہ بھی بیان کر دی ہے کہ اس سے زیادہ وزنی حدیث میں آتا ہے کہ ''کسی آدمی کی جان لینے کا جواز صرف تین صورتوں میں ہے ایک تو یہ کہ وہ شادی شدہ ہو اور زنا کرے دوسرا یہ کہ وہ مرتد ہو جائے تیسرا یہ کہ وہ کسی کو قتل کر دے'' تو یہ حدیث پہلی والی حدیث سے زیادہ وزنی ہے چنانچہ پہلی والی حدیث کہ جس پر عمل نہیں رہا اور جس کے آخر میں یہ کہا گیا کہ اسے قتل کر دیا جائے تو اس میں کوئی مناسب توجیہہ کر لی جائے گی کہ دراصل اس سے مراد حقیقی طور پر قتل کرنا مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس صورت میں اسے خوب مار لگائی جائے۔

دوسری حدیث کہ جس پر امت کا کہیں عمل نہیں رہا وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں مقیم رہتے ہوئے ظہر اور عصر کو اور مغرب اور عشاء کو ملا کر پڑھا، اور یہ بھی اس حدیث میں آتا ہے کہ نہ اس وقت بارش ہو رہی تھی اور نہ کسی قسم کا کوئی خوف لاحق تھا۔ تو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ اس حدیث پر کسی کا بھی عمل نہیں ہے، چنانچہ جمع بین الصلوٰتین کے بھی جو علماء قائل ہیں وہ بھی کسی عذر ہونے کی صورت میں قائل ہیں۔ جب کہ اس حدیث میں اس بات کا تذکرہ ہے کہ حضور ﷺ نے بغیر کسی عذر کے مدینہ میں سو نمازوں کو جمع کر کے ادا فرمایا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی عدم قبولیت کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ اس حدیث پر امت مسلمہ میں کہیں بھی عمل نہیں رہا۔ لہٰذا حدیث کو پرکھنے کا ایک زاویہ امت کا عمل بھی ہوتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں احادیث کو نقل کر کے مختلف علاقوں کے نمایاں فقہاء کا باقاعدہ ذکر کر کے بتایا ہے کہ کس علاقے میں کون سی حدیث پر عمل ہوتا رہا ہے چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں اس بات کا خصوصی خیال رکھا ہے کہ فقہاء کی آراء کو بیان کرنے کے لیے بھی باقاعدہ سند کا سہارا لیا ہے بغیر سند کے فقہاء کی آراء نقل نہیں کیں ہیں۔ یہ اُن کی محدثانہ پختگی کی عمدہ مثال ہے۔ البتہ جامع ترمذی میں ہر جگہ اسناد کا ذکر کرنا مشکل تھا چنانچہ اسناد کو اپنی کتاب ''کتاب العلل'' میں یکجا بیان کر دی ہیں۔ لہٰذا جب وہ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کریں گے تو اس کی باقاعدہ سند نقل کریں گے کہ مجھ سے لے کر امام سفیان ثوری تک اس کی سند کیا ہے۔ جب وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کریں گے تو اس کی باقاعدہ سند نقل کریں گے۔ یہیں سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی آراء بھی اپنی کتاب میں پیش کی ہیں البتہ باقاعدہ نام لے کر ذکر نہیں کیا بلکہ کسی واسطہ سے ان کا تذکرہ کیا ہے جیسے اہل کوفہ، اہل الرائے یا سفیان ثوری کا ذکر کر کے۔ امام صاحب کا نام اس لیے ذکر نہیں کیا کہ ان کے پاس اس کی کوئی سند نہیں تھی البتہ ان ذرائع کا ذکر کر دیا جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتے ہیں۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ حضرت مولانا زاہد صاحب دامت برکاتہ کو اجر عظیم عطا فرمائے کہ وہ اپنی گوناگوں مصروفیات میں سے وقت نکال کر ہمارے ادارے میں تشریف لائے اور حدیث کی معروف کتاب ''جامع ترمذی'' کا تفصیلی تعارف اور اس کے مندرجات سے ہمارے طلبہ اور دیگر احباب کو شعور و آگہی عطا فرمائی۔ اللہ پاک ان کی اس مساعی جمیلہ اور حدیث پاک سے ان رغبت اور محبت کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور ان کے علم و فضل میں بیش بہا اضافہ فرمائے۔ آمین

اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم

اپنے آپ کو ہلکا پھلکا رکھو تاکہ منزل تک پہنچ جاؤ۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ)

اے حاملینِ قرآن! احکامِ قرآنی پر عمل کرو۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ)

سب سے زیادہ سمجھداری تقویٰ اختیار کرنا ہے اور سب سے بڑی حماقت گناہوں میں مبتلا ہونا ہے۔ (حضرت حسن رضی اللہ عنہ)

دین اسلام میں مساجد کی اہمیت و ضرورت

سلمان شعیب

دینِ اسلام میں مساجد کی بڑی اہمیت وفضیلت ہے، یہ اللہ رب العزت کا گھر ہے، روئے زمین کا یہ سب سے افضل و برتر اور مقدس مقام ہے، اس جگہ سے دن رات قال اللہ و قال الرسول کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ مساجد مسلمانوں کی اخلاقی تربیت کی بہترین جگہ ہے، یہاں مسلمانوں کو اخوت و بھائی چارگی اور مساوات و برابری کا درس دیا جاتا ہے، یہاں مسلمان ایک صف میں کھڑے ہو کر امام کی اقتدا میں مراسم عبودیت ادا کرتے ہیں۔ یہاں مالک و خادم، مالدار و نادار، غنی و فقیر، عالم و جاہل، پیر و مرشد، عام و خاص، شاہ و گدا غرضیکہ سب کے سب اللہ کے سامنے اس طرح برابر ہوتے ہیں کہ محمود و ایاز کا فرق ہی مٹ جاتا ہے، ان میں کسی کو کسی پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہوتی، اس لیے کہ اسلام میں عزت و برتری کا معیار صرف اور صرف تقویٰ و پرہیز گاری ہے۔ جو جتنا پرہیز گار و متقی ہو گا وہ اللہ کے یہاں اتنا ہی معزز ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ

”بے شک سب سے زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیز گار ہے۔“ (سورۃ الحجرات: 13)

اس کے علاوہ دینِ اسلام میں مساجد معاشرے کی اصلاح کا ایک بہترین مرکز ہیں، یہ مساجد معاشرے کے افراد کی روحانی تربیت کرتی ہیں، بندوں کو اللہ سے جوڑتی ہیں اور انہیں اللہ کے رنگ میں رنگتی ہیں۔ اسلامی دورِ حکومت میں ہر جگہ مساجد کو مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔ قرونِ اولیٰ سے ہی مسلمانوں کی مساجد کی تعمیر میں خاص دلچسپی رہی ہے۔ خود نبی کریم ﷺ نے جب مکہ سے ہجرت فرمائی تو مدینہ منورہ سے باہر اسلام کی سب سے پہلی مسجد کی بنیاد رکھی جو ”مسجدِ قباء“ سے موسوم ہوئی اور پھر مدینہ منورہ میں دوسری مسجد ”مسجد نبوی ﷺ“ بنائی۔ پھر جہاں جہاں اسلام کی دعوت پہنچتی گئی وہاں وہاں مساجد کا قیام بھی عمل میں آتا گیا۔ یہ چیز ناممکن تھی کہ ایک علاقہ میں مسلمان آباد ہوں اور وہاں ان کے مذہبی، معاشرتی، اور سیاسی امور نمٹانے کے لیے کوئی مرکز نہ ہو۔

بہر حال مسلم معاشرہ میں مساجد کو افراد کی اصلاح و تربیت کے مراکز اور اصلاحِ باطن و تزکیہ نفوس کے حلقوں کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا ہے، اس کی زندہ مثال خود مسجد نبوی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہاں آتے رسول اللہ ﷺ کے حلقہ درس میں بیٹھ کر تعلیم حاصل کرتے، اپنا تزکیہ کرواتے، اور روحانی ترقی کے مدارج طے کرتے تھے۔ یہ مسجد ساری انسانیت کے لیے سرچشمہ نور وہدایت بنی۔ پوری اسلامی تاریخ پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ علم و معرفت اور تہذیب و ثقافت کو پھیلانے اور عام کرنے میں مساجد کا اہم کردار رہا ہے اور جب تک مساجد کو مرکزیت حاصل رہی اسلام کے پھیلاؤ میں اضافہ ہوا اور جب تک مسلمان مساجد سے جڑے رہے ان کا بول بالا اور دبدبہ رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں اور اس کے بعد بھی مسجد صرف نماز ادا کرنے کی جگہ نہیں تھی بلکہ مسجد کو ایک مرکزی حیثیت حاصل تھی چنانچہ مسجد ہی میں عدالت بھی لگا کرتی تھی، مسجد ہی میں جنگی حکمتِ عملی بھی طے ہوتی تھی، مسجد ہی میں غیر ملکی وفود بھی آیا کرتے تھے، گویا سفارت خانہ کا کردار بھی مسجد ادا کرتی تھی، اہم مشاورتی امور بھی مسجد میں انجام پاتے تھے غرض یہ کہ اسلامی دور حکومت میں مساجد یہ تمام کردار ادا کرتی ہوئی نظر آتی تھی۔ اس لیے مسلمانوں کا یہ مستقل عمل رہا ہے کہ وہ جہاں کہیں گئے اور جس خطے اور علاقے میں پہنچے وہاں پر اپنے گھر کی فکر سے پہلے اللہ کے گھر کی تعمیر کی فکر کی اور پہلے اس کی بنیاد ڈالی۔ سنگین اور خطرناک حالات میں بھی اس فریضہ کو نہیں چھوڑا جبکہ جانوں پر وبال تھا، مال کی کمی تھی، فقر و فاقہ کا دور دورہ تھا، پھر بھی امتِ مسلمہ نے مسجد کی تعمیر کو کسی حال میں بھی پسِ پشت نہیں ڈالا۔

مساجد کی اہمیت وفضیلت قرآن وحدیث کی روشنی میں:

اسلام میں مساجد کی اہمیت وفضیلت پر کسی قسم کا شک وتردّد نہیں۔قرآن وحدیث اس معاملے میں بالکل واضح ہے۔مسجد کی آبادکاری وتعمیر اور مسجد سے قلبی تعلق کے متعلق بیش بہاآیات واحادیث وارد ہوئی ہیں جس میں سے چند آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔سب سے پہلے قرآنی آیات ملاحظہ فرمائیں:

قرآنی آیات

مساجد کو منہدم کرنے والوں کی مذمت:

سورۃالبقرۃ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَاۗىِٕفِيْنَ ڛ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (سورۃالبقرۃ:114)

’’اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اس بات سے روکے کہ اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا نام لیا جائے اور ان کی ویرانی کی کوشش کرے، ان لوگوں کے لیے یہ جائز نہیں کہ ان میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔‘‘

یہ آیت کریمہ وضاحت کے ساتھ جہاں مساجد کی فضیلت کو بیان کررہی ہے وہاں مساجد کے منہدم کرنے والے اور اس کے تخریب کی کوشش کرنے والے کی شدید مذمت کررہی ہے اور ایسے شخص کو سب سے بڑا ظالم کہا جارہا ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃاللہ علیہ اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں:

’’اس آیت سے جو چند ضروری مسائل واحکام نکلے ان کی تفصیل یہ ہے،اول یہ کہ دنیا کی تمام مساجد آداب مسجد کے لحاظ سے مساوی ہیں جیسے بیت المقدس، مسجد حرام یا مسجد نبوی کی بے حرمتی ظلم عظیم ہے اسی طرح دوسری تمام مساجد کے متعلق بھی یہی حکم ہے اگرچہ ان تینوں مساجد کی خاص بزرگی و عظمت اپنی جگہ مسلم ہے کہ مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر اور مسجد نبوی ونیز بیت المقدس میں پچاس ہزار نمازوں کے برابر ملتا ہے ان تینوں مساجد میں نماز پڑھنے کی خاطر دور دراز ملکوں سے سفر کرکے پہنچنا موجب ثواب عظیم اور باعث برکات ہے۔بخلاف دوسری مساجد کے کہ ان تینوں کے علاوہ کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھنے کو افضل جان کر اس کے لیے دوسرے سفر کرکے آنے کو آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے،

دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ مسجد میں ذکر ونماز سے روکنے کی جتنی بھی صورتیں ہیں وہ سب ناجائز وحرام ہیں ان میں سے ایک صورت تو یہ کھلی ہوئی ہے ہی کہ کسی کو مسجد میں جانے سے یا وہاں نماز وتلاوت سے صراحۃ روکا جائے دوسری صورت یہ ہے کہ مسجد میں شور وشغب کرکے یا اس کے قرب وجوار میں باجے گاجے بجاکر لوگوں کی نماز وذکر وغیرہ میں خلل ڈالے یہ بھی ذکر اللہ سے روکنے میں داخل ہے،اسی طرح اوقات نماز میں جبکہ لوگ اپنی نوافل یا تسبیح و تلاوت وغیرہ میں مشغول ہوں مسجد میں کوئی بلند آواز سے تلاوت یا ذکر بالجہر کرنے لگے تو یہ بھی نمازیوں کی نماز و تسبیح میں خلل ڈالنے اور ایک حیثیت سے ذکر اللہ کو روکنے کی صورت ہے اسی لیے حضرات فقہاء نے اس کو بھی ناجائز قرار دیا ہے ہاں جب مسجد عام نمازیوں سے خالی ہو اس وقت ذکر یا تلاوت جہر کا مضائقہ نہیں، اسی سے یہ بھی معلوم ہوگیا جس وقت لوگ نماز و تسبیح وغیرہ میں مشغول ہوں مسجد میں اپنے لیے سوال کرنا یا کسی دینی کام کے لیے چندہ کرنا بھی ایسے وقت ممنوع ہے۔

تیسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ مسجد کی ویرانی کی جتنی بھی صورتیں ہیں سب حرام ہوں اس میں، جس طرح کھلے طور پر مسجد کو منہدم اور ویران کرنا داخل ہے اسی طرح ایسے اسباب پیدا کرنا بھی اس میں داخل ہے جن کی وجہ سے مسجد ویران ہوجائے اور مسجد کی ویرانی یہ ہے کہ وہاں نماز کے لیے لوگ نہ آئیں یا کم

ہو جائیں کیونکہ مسجد کی تعمیر وآبادی دراصل درودیوار یا ان کے نقش ونگار سے نہیں بلکہ ان میں اللہ کا ذکر کرنے والوں سے ہے اسی لیے قرآن شریف میں ایک جگہ ارشاد ہے،

اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ وَلَمۡ یَخۡشَ اِلَّا اللّٰہَ (سورۃالتوبہ:18)

یعنی اصل میں مسجد کی آبادی ان لوگوں سے ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور روز قیامت پر اور نماز قائم کریں زکوۃ ادا کریں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈریں،اسی لیے حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرب قیامت میں مسلمان کی مسجدیں بظاہر آباد اور مزین وخوب صورت ہوں گی مگر حقیقتاً ویران ہوں گی کہ ان میں حاضر ہونے والے نمازی کم ہو جائیں گے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ شرافت وانسانیت کے چھ کام ہیں تین حضر کے اور تین سفر کے۔ حضر کے تین یہ ہیں تلاوت قرآن کرنا، مسجدوں کو آباد کرنا، ایسے دوستوں کی جمعیت بنانا جو اللہ تعالیٰ اور دین کے کاموں میں امداد کریں اور سفر کے تین کام یہ ہیں اپنے توشہ سے غریب ساتھیوں پر خرچ کرنا، حسن خلق سے پیش آنا اور رفقائے سفر کے ساتھ ہنسی خوشی، تفریح وخوش طبعی کا طرز عمل رکھنا بشرطیکہ یہ خوش طبعی گناہ کی حد میں داخل نہ ہو جائے،

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد میں مسجدوں کے آباد کرنے کا مطلب یہی ہے کہ وہاں خشوع وخضوع کے ساتھ حاضر بھی ہوں اور وہاں حاضر ہو کر ذکر وتلاوت میں مشغول رہیں اب اس کے مقابلہ میں مسجد کی ویرانی یہ ہو گی کہ وہاں نمازی نہ رہیں یا کم ہو جائیں یا ایسے اسباب جمع ہوں جن سے خشوع وخضوع میں خلل آئے،اور اگر آیت کا شان نزول واقعہ حدیبیہ اور مشرکین مکہ کا مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکنا ہے تو اسی آیت سے یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ مساجد کی ویرانی صرف یہی نہیں کہ انھیں منہدم کر دیا جائے بلکہ مساجد جس مقصد کے لیے بنائی گئی ہیں یعنی نماز اور ذکر اللہ جب وہ نہ رہے یا کم ہو جائے تو مساجد ویران کہلائیں گی"۔ (معارف القرآن از مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ)

ایمان والے ہی مسجدوں کو آباد کرتے ہیں:

اس کے علاوہ سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ وَلَمۡ یَخۡشَ اِلَّا اللّٰہَ فَعَسٰۤی اُولٰٓئِکَ اَنۡ یَّکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُہۡتَدِیۡنَ (سورہ توبہ:18)

"اللہ کی مسجدوں کو تو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے ہوں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔ ایسے ہی لوگوں سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ وہ صحیح راستہ اختیار کرنے والوں میں شامل ہوں گے۔"

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مساجد کی تعمیر کرنا یا اس کی تعمیر میں حصہ لینا اور ان کی حفاظت کرنا، ان کی صفائی ستھرائی اور دیگر ضروریات کو پورا کرنا، نیز ان میں دینی علوم کا بندوبست کرنا خاص طور پر قرآن حکیم کی تعلیم کا بندوبست کرنا، کسی کے ایمان کی بڑی شہادت ہے۔ علامہ قرطبیؒ اس آیت کی ذیل میں رقم طراز ہیں:

"آیت کریمہ اس امر پر دلیل ہے کہ مساجد کی تعمیر کرنے والوں کے ایمان کی شہادت صحیح اور درست ہے۔ اسی لیے بعض سلف کا قول ہے کہ جب تم دیکھو کہ کوئی شخص مسجد کی آبادکاری میں کوشاں ہو تو اس کے ساتھ حسن ظن رکھو۔" (تفسیر الجامع الاحکام القرآن)

مولانا عاشق الٰہی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"مسجد بنانا اور اس کا نظم ونسق سنبھالنا، مرمت کرنا، نمازیوں کی واقعی ضرورتیں پوری کرنا یہ سب مسجد کی آبادکاری میں داخل ہے۔ لیکن مسجد کی آبادکاری جو دوسری شان سے ہے وہ اس سے بڑھ کر ہے اور وہ یہ ہے کہ مساجد کو نمازوں سے، ذکر سے تلاوت سے تعلیمی حلقوں سے تدریس قرآن سے آباد رکھا جائے کیونکہ مساجد کی اصل بنا انہی امور کے لیے ہے"۔ (تفسیر انوار البیان، مولانا عاشق الٰہی رحمۃ اللہ علیہ)

مساجد۔۔نور اللہ کی آماج گاہ:

سورہ نور میں اللہ تعالیٰ کس قدر بلیغ انداز میں ارشاد فرماتے ہیں:

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ (سورۃ النور:36)

"(وہ نور ملتا ہے) ایسے گھروں میں جن کے بارے میں اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ ان کو بلند مقام دیا جائے اور ان میں اس کا نام لے کر ذکر کیا جائے، ان میں صبح و شام وہ لوگ اس کی تسبیح کرتے ہیں۔"

اس آیت سے پہلے کی آیات میں بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نور سے تمام موجودات کی نمود ہے۔ پھر مؤمنین کو اس نور الٰہی سے ہدایت و عرفان کا جو خصوصی حصہ ملتا ہے اس کو ایک بلیغ مثال سے سمجھایا گیا ہے، اس کے بعد فرمایا جارہا ہے کہ یہ روشنی اللہ کے ان گھروں (مساجد) میں ملتی ہے جن کو بلند رکھنے اور ان کی تعظیم و تطہیر کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ ان کو ہمیشہ ذکر و تسبیح اور عبادت الٰہی سے آباد رکھا جائے۔ آیتِ کریمہ سے بصراحت مساجد کی تعظیم اور ان کو آباد کرنے کا حکم معلوم ہو رہا ہے۔

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے مفتی اصغر علی ربانی صاحب فرماتے ہیں:

"یوں تو اللہ تعالیٰ کا نور آسمانوں میں اور زمین میں ہر جگہ پھیلا ہوا ہے، لیکن اس کے ظہور کی خاص جگہ وہ مقامات ہیں جہاں صفائی اور ستھرائی پوری طرح پائی جاتی ہے۔ آیت کے اس حصہ میں ارشاد ہے کہ: اس کی روشنی کے ظہور کے خاص مقامات وہ مسجدیں ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے تعمیر کرنے کی اپنے پیغمبروں اور نیک بندوں کو توفیق دی، اور حکم دیا کہ انہیں بنانے کے بعد احترام کے ساتھ قائم رکھا جائے اور ان کی پوری طرح خبر گیری کی جائے کہ گندگی سے پاک صاف رہیں اور یہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے، چنانچہ ان میں اللہ تعالیٰ کے وہ بندے جو اس کی رضا کے طالب ہیں، اس کی عبادت کے لیے صبح و شام جمع ہوتے ہیں اور اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں، اللہ کے بندے ان اوقات میں اپنے کاروبار اور شغل چھوڑ چھاڑ کر فرض نمازوں کے لیے وقت نکالتے ہیں، اور باقی فرصت کے مطابق نفل نمازیں پڑھتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے زکوۃ باقاعدہ ادا کرتے ہیں دنیا کا کوئی کام انہیں اپنے فرضوں کو ادا کرنے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت سے نہیں روکتا۔

ارشاد ہوتا ہے کہ "فِيْ بیوت اذن الله" وہ روشنی اللہ تعالیٰ کے گھروں میں پائی جاتی ہے، جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان گھروں کو بلند کیا جائے اور ان میں اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کیا جائے، ان گھروں سے مراد اللہ تعالیٰ کی مسجدیں ہیں، ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور روشنی زیادہ تر انہی گھروں سے حاصل ہوگی، جن کو بلند کرنے اور ان میں اللہ کا ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ان مسجدوں میں اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں، صبح اور پچھلے پہر، یہی اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ کے ان گھروں کا حق ہے، اگلی آیت میں ان لوگوں کی صفات بیان کی گئی ہے جو مسجدوں میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کا اہتمام کرتے ہیں۔

اس آیت میں مسجدوں کے بارے میں "تُرْفَعَ" کا لفظ آیا ہے اللہ نے اپنے گھروں کو بلند کرنے حکم دیا ہے، مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ: اس سے دو چیزیں مراد ہیں ایک مسجد بنانا، اور دوسری ان کی صفائی کرنا، جہاں تک مسجدیں بنانے کا حکم ہے، پیغمبر ﷺ نے اس کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ سورۃ توبہ میں اللہ تعالیٰ مسجدوں کے بنانے کو ایمان والوں کی ایک علامت کے طور پر بیان کیا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کو نئے سرے سے بنایا تو بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا مسجد کو اسی طرح رہنے دیا جاتا، جیسا پیغمبر ﷺ کے زمانے میں تھی، آپ خاموش رہے، پھر جب اصرار بڑھا تو آپ نے فرمایا: تم لوگ مسجد کے بنانے پر اعتراض کرتے ہو حالانکہ میں نے پیغمبر ﷺ کی زبان مبارک سے سنا ہے، جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر مسجد بنائی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔ پھر فرمایا: جہاں تک بنانے پر اخراجات کا تعلق ہے، تو میں کسی سے چندہ نہیں مانگتا بلکہ اپنے حلال مال سے مسجد کی تعمیر کر رہا ہوں۔

دوسری چیز مسجدوں کی پاکیزگی ہے، جب کوئی مسجد تیار ہو جائے، مسلمان اس میں نماز ادا کرنے لگیں تو پھر اس مسجد کی صفائی بھی ضروری ہے، مسجدوں کو ہر قسم کی گندگی سے پاک صاف رکھنا ضروری ہے حتی کہ بیہودہ باتوں اور بیہودہ کاموں سے بھی مسجد کو محفوظ رکھنا چاہیے۔ ابو داؤد شریف کی روایت میں آتا ہے کہ گھروں میں نماز کے لیے مخصوص جگہ کو بھی پاک صاف رکھنا چاہیے، وہاں کسی قسم کی گندگی نہ پھینکی جائے"۔ (تفسیرِ ربانی، مفتی اصغر علی ربانی)

اب چند احادیثِ نبوی ﷺ ملاحظہ فرمائیں:

احادیثِ نبوی ﷺ

اللہ کی سب سے پسندیدہ جگہیں: مساجد

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللهِ مَسَاجِدُهَا وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى اللهِ أَسْوَاقُهَا

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "سب جگہوں میں پسندیدہ جگہ اللہ کے نزدیک مساجد ہیں اور مبغوض ترین جگہیں اللہ کے نزدیک بازار ہیں۔" (صحیح مسلم)

مساجد جنت کے باغ ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ الْمَسَاجِدُ قُلْتُ وَمَا الرَّتْعُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "جب تمہارا گزر جنت کے باغوں میں سے ہو تو اس کے میوے کھایا کرو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ جنت کے باغ کون سے ہیں؟" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مساجد" پھر آپؓ نے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ میوے کون سے ہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر" (سنن ترمذی)

مسجد کی تعمیر کا ثواب:

عَنْ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم يَقُولُ مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا يَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللهِ عزوجل بَنَى اللهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ

"حضرت عثمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ کی رضاجوئی کے لیے مسجد بناتا ہے تو اللہ اس کے لیے جنت میں اس کے مثل گھر بنائے گا۔" (صحیح بخاری)

ان احادیث کی روشنی میں یہ بات سامنے آئی کہ روئے زمین پر اللہ رب العزت کو سب سے زیادہ پسندیدہ جگہ مسجد ہے اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ جگہ بازار ہے۔ ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ آج ہمارا اکثر وقت کہاں گزرتا ہے۔ مسلمانوں کا اگر جائزہ لیا جائے تو افسوسناک صورتحال یہی نظر آتی ہے کہ ہم نے مساجد کو ویران کر دیا ہے جب کہ بازاروں کو خوب رونق بخش دی ہے۔ اسی طرح مساجد کی تعمیر کا بھی بڑا اجر و ثواب ذکر ہوا ہے۔ لیکن افسوس ہوتا ہے کہ آج ہماری توجہ اس سے بھی ہٹ گئی ہے آج مساجد کو گرایا جارہا ہے جب کہ پہلے مسلمان جہاں جاتا تھا اس کی پہلی فکر یہ ہوتی تھی کہ اس علاقہ میں مسجد کی تعمیر ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے اسوہ سے بھی یہی بات سامنے آتی ہے کہ جب حضور ﷺ مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے مسجد کی بنیاد ڈالی۔ اور اس مسجد کی تعمیر کا بھی کیا خوش کن منظر تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم خود اینٹیں اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے اور حضور ﷺ بھی بنفس نفیس مسجد نبوی کی تعمیر میں حصہ لے رہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کا اس حوالے سے ارشاد مبارک ہے:

"مسجد میں چراغ روشن کرنے والے کے لیے فرشتے وحاملینِ عرش استغفار کرتے رہتے ہیں جب تک چراغ جلتا رہتا ہے" (در منثور)

رسول اللہ ﷺ نے مساجد سے خصوصی تعلق رکھنے کا بھی بڑے اجر و ثواب ذکر کیا ہے چنانچہ آپ ﷺ کے ارشادات اس حوالے سے کچھ یوں ہے:

''جب کوئی شخص ذکر اللہ کے لیے مسجد میں جاتا ہے تو اللہ رب العزت اس پر ایسے خوش ہوتے ہیں جیسے گم شدہ آدمی کے گھر آنے پر گھر والے خوش ہوتے ہیں''

(مسند احمد)

'' جو شخص مسجد میں صبح شام بار بار حاضری دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی مہمانی کا سامان کرے گا۔ وہ صبح شام جب بھی مسجد میں جائے''(بخاری)

''قیامت کے دن اللہ رب العزت اپنے عرش کے سائے تلے جن سات افراد کو جگہ عطا فرمائیں گے ان میں سے ایک وہ شخص ہوگا جس کا دل مسجد میں اٹکا رہتا ہو''(بخاری)

''جو شخص مسجد میں آیا وہ اللہ رب العزت کی زیارت کرنے والا مہمان ہے اور میزبان کا حق ہے کہ مہمان کا اکرام کرے''(مشکوۃ)

''رات کی تاریکی میں مسجد کی طرف جانے والوں کو روزِ قیامت مکمل نور کی بشارت دے دو'' (ابوداؤد)

الغرض مساجد اسلام میں ایک اعلیٰ مقام رکھتی ہیں۔ لہذا اسلامی ریاست پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان کی حفاظت کریں اور کثرتِ تعمیر کا سامان مہیا کریں۔ مسجدوں کو منہدم کرنے کے بجائے مسجدوں کی تعمیر کی بات کریں۔ مسلمان جب تک مساجد سے جڑے رہے بھلائی پر رہے، ہمارے اکابر و اسلاف مساجد کو آباد کرنے پر خاص توجہ دیا کرتے تھے۔ زمانہ ماضی میں مساجد میں نماز کے علاوہ دروس اور وعظ و نصیحت کی محفلیں سجی ہوتی تھیں، منبروں سے چوٹی کے علماو فضلا کے بیانات کی صدائیں گونجتی تھیں۔ مگر آج مسجدیں برائے نام رہ گئی ہیں، آج مسجدیں مسلمانوں کی زبوں حالی پر نوحہ کناں ہیں۔ آج مسلمان ہوٹلوں میں، پارکوں میں، گلیوں میں، لہو ولعب کے مقامات پر گھنٹوں گزار دینا ان پر شاق نہیں گزرتا۔ مگر مسجد میں آدھا گھنٹہ وعظ سننا، پانچ وقت کی نماز کے لیے مسجد میں آنا، طبیعت پر گراں گزرتا ہے۔ یہ مسلمانوں کے زوال کی علامت ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ مساجد سے بے توجہی اور اسے ویران کرنے کے سبب ہی دشمنانِ اسلام کی نظریں اب ہماری مساجد پر ہیں۔ اور وہ انہیں منہدم کرنے کی باتیں کر رہے ہیں اور اب عدالت عالیہ سے بھی یہ فرمان جاری کیا جا رہا ہے کہ مسلمانوں کے لیے مساجد کی کوئی اہمیت و ضرورت نہیں ہے۔ ہم اگر اپنی مسجدوں کو آباد رکھتے تو کبھی ہمیں یہ دن دیکھنا نہ پڑتا، آج ضرورت اس بات کی ہے کہ مسجد کے کردار کو زندہ کیا جائے، امت کی اصلاح کے لیے اسے وہی مرکزیت دی جائے جو دورِ صحابہؓ، تابعین، تبع تابعین، سلف صالحین اور مسلم حکمرانوں کے زمانہ میں حاصل رہی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار!

علم

سچ بتاؤں فکر و غم کو چھوڑ کر

ذکر صبح و شام کرنا چاہیے

وہم کو رکھتے ہوئے بالائے طاق

علم کو اب عام کرنا چاہیے

حاصل تمنائی

وینبغی أن لا یقصد به توصلاً إلی غرض من أغراض الدنیا: من مالٍ، أو ریاسة، أو وَجاهة، أو ارتفاع علی أقرانه، أو ثناء عند الناس، أو صرفِ وجوه الناس إلیه، أو نحو ذلك

ولا یَشوبَ المقریءُ إقراءَہ بطمع فی رفق یحصل له من بعض من یقرأ علیه: سواء کان الرفق مالاً أو خدمة، وإن قلَّ ولو کان علی صورة الهدیة التی لولا قراءتُه علیه لما أهداها إلیه

قال تعالیٰ:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ (سورۃ الشوری:20)

وقال تعالیٰ:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ (سورۃ الاسراء18)

عن ابی هریرۃ — رضی الله عنه — قال: قال رسول الله ﷺ:

مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللهِ تَعَالٰى، لَا يَتَعَلَّمُهٗ إِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ غَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

(رواہ ابوداؤد بإسناد صحیح، ومثلُه أحادیثُ کثیرۃٌ)

وعن أنس وحذیفة وکعب بن مالك رضی الله عنهم أن رسول الله ﷺ قال: مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ أَوْ يُكَاثِرَ بِهِ الْعُلَمَاءَ، أَوْ يَصْرِفَ بِهٖ وُجُوْهَ النَّاسِ إِلَيْهِ، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ (رواہ الترمذی من روایة کعب بن مالك، وقال: أَدْخَلَهُ النَّارَ)

(التبیان فی آداب حملة القرآن، الامام النووی)

قرآن مجید کے پڑھانے میں ہمیشہ اس بات کالحاظ رکھا جائے کہ اس سے دنیا کی غرض وابستہ نہ ہو کہ پڑھ کر اور پڑھا کر مال اور عزتِ دنیا یا ریاست اور وجاہت اور دوسروں کے مقابل میں اپنی برتری اور بڑائی حاصل کرنا پیش نظر ہو اور لوگوں کو اس کے ذریعہ اپنی طرف مائل کرنا ہی مطمع نظر ہو اور پڑھانیوالا مال ودولت کی خواہش میں چاپلوسی سے پیش نہ آئے اگرچہ کم درجہ میں ہو، ہاں اگر معلم کو ہدیہ کے طور پر کچھ دیا جائے تو معلم کو یہ سوچنا ہوگا کہ اگر ہم نہ پڑھاتے تو بھی یہ ہدیہ اور تحفہ ہم کو ملتا تو خیر قبول کرلینے میں کوئی مضائقہ نہیں قبول کرلے ورنہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ (سورۃ الشوری:20)

”جو کوئی چاہتا ہے آخرت کی کھیتی، بڑھائیں گے ہم اس کے واسطے اس کی کھیتی اور جو کوئی چاہتا ہو دنیا کی کھیتی، اس کو دیں گے ہم کچھ اس میں سے اور اس کے لیے نہیں آخرت میں کچھ حصہ“

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : (مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ) (سورۃ نبی اسرائیل:18)

”جو کوئی چاہتا ہو دنیا جلد، دیں اس کو اس میں جتنا چاہیں، جس کو چاہیں“

”حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کہ علم سیکھے اس طرح کا علم کہ جس سے اللہ کی رضا طلب کی جاتی ہے، اس نے نہیں سیکھا اس کو مگر اس واسطے کہ اس سے دنیا حاصل ہو، ایسا شخص نہ پائے گا قیامت کے دن جنت کی خوشبو“ (ابوداؤد)

”حضرت کعب ابن مالکؓ وغیرہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص علم اس لیے حاصل کرے کہ اس کے ذریعہ علماء سے فخر کرے اور بیوقوفوں سے اس کے سبب جھگڑے یا لوگوں کو اپنی جانب پھیرے اور مائل کرے، اس کو اللہ تعالیٰ آگ میں داخل کریں گے“ (ترمذی)

آئینہ اقبال

زندہ فرد از ارتباطِ جان و تن
زندہ قوم از حفظِ ناموسِ کہن
مرگِ فرد خشکیِ رودِ حیات
مرگِ قوم از ترکِ مقصودِ حیات

تشریح: "فرد کی زندگی جان و تن کے تعلق سے قائم ہے۔ اور قوم کی زندگی اپنی قدیم روایات کے تحفظ سے قائم رہتی ہے۔ فرد کی موت جوئے حیات خشک ہو جانے سے واقع ہو جاتی ہے۔ اور قوم کی موت مقصودِ حیات ترک کر دینے سے ہے۔"

بحوالہ: اسرار و رموز، تشریح: پروفیسر خورشید احمد

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد کے تحت

فری میڈیکل کیمپ

الحمدللہ قرآن اکیڈمی یٰسین آباد میں اہل محلّہ اور اپنے ہم مقصد ساتھیوں کو علاج معالجہ سے متعلق مفت طبّی معلومات اور اسی طرح بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے فکری و تحریکی مشن کو مزید متعارف کروانے جیسے مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے (Primary care diabetes Association)اور ڈاؤ یونیورسٹی(Dow University) کے تعاون کے ساتھ 30 جنوری 2022 بروز اتوار صبح 9 تا دوپہر 1 بجے تک حضرات و خواتین کے لیے ایک میڈیکل کیمپ کاانعقاد کیا گیا۔جس کی تشہیر متعلقہ اداروں نے لیفلیٹ ، بینرز، سوشل میڈیا کے ذریعہ کی، ادارہ نے جمعہ کی نماز سے قبل اعلان کے ذریعے عوام الناس تک اطلاع پہنچائی۔

متعلقہ افراد سے کیمپ کے انعقاد سے قبل 3 ملاقاتیں کی گئیں جس میں تمام تر ایس او پیز اور تفصیلات طے کی گئیں۔خواتین کے لیے اکیڈمی کے شعبہ خواتین میں مکمل پردے کے ساتھ انتظامات کیے گئے تھے۔ جبکہ متعلقہ سامان وغیرہ ایک دن پہلے ہی طے شدہ جگہوں پر پہنچا دیا گیا۔

30 جنوری بروز اتوار صبح 8:30 بجے ہی میڈیکل کیمپ کا عملہ اکیڈمی پہنچ گیا جن میں 15 حضرات اور 10 خواتین شامل تھیں جنھیں مختلف ذمہ داریاں دی گئی تھیں مثلاً مریضوں کا Blood Pressure , BMI , Cholesterol , Sugar وغیرہ چیک کرنا اور اس ابتدائی چیک اپ کی رپورٹ ڈاکٹر کو فراہم کرنا اس کے بعد ڈاکٹر صاحب/صاحبہ اس رپورٹ کے مطابق مریض کو ادویات کا مشورہ دیتے۔

اس کے علاوہ Nutritionist بھی موجود تھے جو غذا، ورزش، اور کچھ صحت مند سرگرمیوں سے متعلق معلومات فراہم کر رہے تھے۔اس کیمپ سے فائدہ حاصل کرنے والوں میں تقریباً100 حضرات اور تقریباً80 خواتین شامل تھیں جنھیں ڈاکٹرز کی جانب سے کچھ مفت ادویات اور دیگر ٹسٹ(Medical Test) کے لیے مفت کوپن بھی دیے گئے۔

الحمدللہ اسی دوران انجمن خدّام القرآن کا بھی ڈیسک لگایا گیا جس کا کام انجمن و تنظیم کا تعارف اور اکیڈمی ھٰذا میں جاری سرگرمیوں سے متعلق آگاہی فراہم کرنا تھا۔اس ڈیسک کے تحت شرکا میں انجمن کے تعارفی فارم و ڈاکٹر صاحبؒ کے کچھ کتابچے اور تنظیم اسلامی کا شائع کردہ ہفت روزہ ندائے خلافت بھی شرکا میں تقسیم کیا گیا۔ نیز دیگر تفصیلات اور بروقت دروس کی اطلاع کے لیے شرکا سے رابطہ فارم بھی پُر کروائے گئے۔اہل محلّہ اور تنظیم کے رفقا نے قرآن اکیڈمی کے اس اقدام کو بہت سراہا اور آئندہ بھی اس طرح کے کیمپس کا سلسلہ جاری رکھنے کی درخواست کی ۔ ادارہ کی طرف سے میڈیکل کیمپ کے عملے کے لیے ریفریشمنٹ کا اہتمام کیا گیا اسی طرح اختتام پر بعد نماز ظہر ڈاکٹر صاحبان بشمول میڈیکل کے طلبہ جو رضاکارانہ طور پر تشریف لائے تھے کو انجمن و تنظیم کا تعارف اور اکیڈمی کا دورہ کروایا گیا الحمدللہ ڈاکٹر صاحبان نے دورہ کے دوران انجمن کے کام کی خوب سِتائش کی۔

ڈاکٹر صاحبان بشمول طبّی رضاکار حضرات و خواتین عملے کے لیے انجمن خدّام القرآن کی جانب سے ہدیہ پیش کیا گیا جس میں بانی محترم کے 4 کتابچے اور امسال تنظیم اسلامی 2022 کا کلینڈر شامل تھا۔

انجمن خدّام القرآن سندھ کراچی کے تحت
تدریسی سرگرمیاں

قرآن اکیڈمی ڈیفنس

قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں الحمدللہ رجوع الی القرآن کورس میں تدریس کا عمل جاری ہے 79 طلبہ اور 31 طالبات کے علاوہ تقریباً 250 طلبہ وطالبات آن لائن بھی کورس میں شریک ہیں۔ گزشتہ ماہ قرآن اکیڈمی یٰسین آباد رجوع الی القرآن کورس کے طلبہ وطالبات نے قرآن اکیڈمی ڈیفنس کا دورہ کیا۔ مدیر ادارہ جناب ڈاکٹر محمد الیاس صاحب اور ناظم تعلیم جناب محمد نعمان صاحب نے ادارے کا دورہ کروایا، جبکہ خواتین کو شعبہ خواتین کی ناظمہ نے ادارے کا دورہ کروایا۔ مختلف عنوانات کے تحت مختلف دورانیہ کے کورسز بھی الحمدللہ جاری ہیں جن میں عربی گرامر (پیر، بدھ اور جمعرات)، دورہ ترجمہ قرآن (بروز منگل) اور تجوید القرآن (بروز جمعہ اور اتوار) شامل ہیں۔ شعبہ خواتین میں قرآن حکیم کی آخری منزل کے مطالعہ پر مبنی کورس بھی الحمدللہ جاری ہے اس کے علاوہ عربی گرامر اور تجوید کی کلاسز بھی جاری ہیں۔ مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ میں بھی تدریس الحمدللہ جاری ہے۔ مدرسہ کے ششماہی امتحان کے نتائج کے حوالے سے تقریب منعقد ہوئی جس میں طلبہ کے علاوہ والدین نے بھی شرکت کی۔ گزشتہ ماہ مسجد میں 8 تقاریب نکاح منعقد ہوئیں۔

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد

الحمدللہ قرآن اکیڈمی یٰسین آباد میں رجوع الی القرآن کورس میں تدریس کا عمل جاری ہے 38 طلبہ اور 57 طالبات کورس میں شریک ہیں، اسی طرح رجوع الی القرآن کورس سال دوم میں 26 طلبہ اور 16 طالبات کورس میں شریک ہیں۔ الحمدللہ مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ میں تدریس کا عمل بخوبی جاری ہے۔ مغرب تا عشاء حلقہ ناظرہ قرآن حکیم کا اہتمام ہے۔ مختلف مختصر دورانیے کے کورسز بھی الحمدللہ جاری ہے۔ گزشتہ ماہ خطبات جمعہ میں اسلام میں مساجد کی اہمیت وضرورت، حقیقت نفاق، وقت کی قدر وقیمت اور سورۃ الذاریات کے موضوعات پر خطاب جمعہ منعقد ہوئے۔ گزشتہ ماہ مسجد جامع القرآن میں 7 تقاریب نکاح منعقد ہوئیں۔ اہل محلہ کو علاج معالجہ سے متعلق طبّی معلومات کی فراہمی کے لیے Primary Care Diabetic Association اور Dow University کے تعاون سے ایک میڈیکل کیمپ کا انعقاد ہوا۔

قرآن اکیڈمی کورنگی

قرآن اکیڈمی کورنگی میں رجوع الی القرآن کورس الحمدللہ جاری ہے 16 طلبہ اور 30 طالبات کورس میں شریک ہیں۔ الحمدللہ مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ میں تدریس کا عمل جاری ہے۔ مدرسۃ اللبنین والبنات میں ششماہی امتحان کا انعقاد ہوا پوزیشن حاصل کرنے طلبہ میں تحائف تقسیم

کیے گئے۔ شعبہ حفظ میں تربیتی لیکچر کا انعقاد ہوا جناب عامر خان صاحب نے تدریس کے فرائض انجام دیے۔ شعبہ حفظ میں مسجد کے آداب کے موضوع پر لیکچر منعقد ہوا ناظم مدرسہ جناب محمد نعمان صاحب نے تدریس کے فرائض انجام دیے۔ شعبہ بنات میں سورۃ العصر کا درس منعقد ہوا شعبہ خواتین کے تحت درس حدیث منعقد ہوا اس کے علاوہ شعبہ خواتین کے تحت ماہانہ درس قرآن بھی منعقد ہوا۔

قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر

قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر میں رجوع الی القرآن کورس، مختصر دورانیے کے سرٹیفیکیٹ کورس اور بنیادی عربی گرامر کورس میں تدریس الحمدللہ جاری ہے۔ اس کے علاوہ نماز اور آخری بیس سورتوں کا ترجمہ، فقہ العبادات اور مطالبات دین اور شام کے اوقات میں عربی گرامر اور تجوید کا سلسلہ بھی الحمدللہ جاری ہے۔ مدرسۃ القرآن میں مدرسے کے طلبہ میں ماہانہ جائزہ کے نتائج کا اعلان ان کے والدین کی موجودگی میں کیا گیا اس موقع پر مدیر ادارہ جناب ڈاکٹر انوار علی صاحب نے تذکیری گفتگو فرمائی۔ مسجد میں خطاب جمعہ، دورہ ترجمہ قرآن بروز جمعہ بعد نماز عشاء۔ ترجمہ قرآن بعد نماز فجر۔ مطالعہ اصلاحی خطبات بعد نماز ظہر، درس حدیث بعد نماز عصر، درس قرآن بروز ہفتہ بعد نماز عصر الحمدللہ جاری ہے۔

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد حیدر آباد میں رجوع الی القرآن کورس الحمدللہ جاری ہے۔ مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ و ناظرہ کے تحت ظہر تا عصر بچوں کے لیے ناظرہ قرآن کا سلسلہ جاری ہے، بالغان کے لیے قاعدہ و ناظرہ مغرب تا عشاء اہتمام ہے۔ دوپہر کے اوقات "The Faith Line" کے عنوان سے شارٹ کورس کی تکمیل ہوئی 30 طلبہ و طالبات میں اسناد تقسیم کی گئیں۔ ہفتہ اور اتوار دوپہر کے اوقات میں ویک اینڈ کورس جاری ہے۔ بروز اتوار آسان عربی گرامر کورس بھی تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔ آن لائن فہم دین کورس ماڈیول II میں ادارہ کے استاذ جناب سعد عبداللہ صاحب (مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب حصہ سوم و چہارم) میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں ہفتہ وار درس قرآن و حدیث کا سلسلہ بھی الحمدللہ جاری ہے۔

قرآن مرکز لانڈھی

قرآن مرکز لانڈھی میں مدرسۃ القرآن للحفظ والقرأۃ میں حفظ القرآن اور ناظرہ و قاعدہ کی تدریس الحمدللہ باقاعدگی سے جاری ہے۔ ہفتہ وار درس قرآن بھی جاری ہے۔ گزشتہ ماہ حضرات کے لیے شام اور خواتین کے لیے دوپہر کے اوقات میں تجوید اور عربی گرامر کی کلاسز کا اہتمام کیا گیا۔

خصوصی محاضرات

قرآن اکیڈمی ڈیفنس گزشتہ ماہ خصوصی محاضرات اور فکر اسلامی کے تحت ''اقامت دین کی فرضیت''، ''ابلیس کی مجلس شوریٰ''، ''اسلام کی نشاۃ ثانیہ کرنے کا اصل کام''، ''گھر میں دعوت کا کام کیسے؟''، ''فتنہ قادیانیت'' اور ''عقیدہ ختم نبوت'' پر لیکچرز منعقد ہوئے جس میں نگرانِ انجمن خدّام القرآن سندھ جناب محترم شجاع الدین شیخ صاحب، مدیر تعلیم انجمن خدّام القرآن سندھ کراچی محترم جناب ڈاکٹر محمد الیاس صاحب، مدیر قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر محترم جناب ڈاکٹر انوار علی صاحب، سربراہ شبان ایجوکیشن فورم محترم جناب تیسر علی صاحب اور مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت محترم جناب مولوی عبدالحیٔ صاحب نے تدریس کے فرائض ادا کیے۔

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد گزشتہ ماہ ''فرضیت اقامت دین''، ''فتنہ قادیانیت''، ''عقیدہ ختم نبوت''، ''درس قرآن کی تیاری کیسے کریں'' اور ''سال 2022 کو کیسے بامقصد بنائیں'' کے موضوعات پر خصوصی محاضرات وفکر اسلامی لیکچرز منعقد ہوئے جس میں تدریس کی ذمہ داری نگرانِ انجمن خدّام القرآن سندھ محترم جناب شجاع الدین شیخ صاحب، سربراہ شبان ایجوکیشنل فورم محترم جناب تیسر علی صاحب، مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت محترم جناب مولوی عبدالحیٔ صاحب، مدیر قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر محترم جناب ڈاکٹر انوار علی صاحب، استاذ محترم جناب طاہر فاروقی صاحب اور محترم مفتی عبدالمتین صاحب نے ادا کی۔

قرآن اکیڈمی کورنگی گزشتہ ماہ ''عقیدہ ختم نبوت''، ''ابلیس کی مجلس شوریٰ''، ''منہج انقلاب نبوی ﷺ؟'' اور ''اجتماعیت اور بیعت کی اہمیت'' کے موضوعات پر خصوصی محاضرات وفکر اسلامی لیکچرز منعقد ہوئے جس میں تدریس کی ذمہ داری مدیر تعلیم انجمن خدّام القرآن سندھ محترم جناب ڈاکٹر محمد الیاس صاحب اور شبان فورم کے سربراہ محترم جناب تیسر علی صاحب نے ادا کی۔

قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر گزشتہ ماہ خصوصی محاضرات اور فکر اسلامی کے تحت ''عقیدہ ختم نبوت''، ''منہج انقلاب نبوی ﷺ'' اور جہاد فی سبیل اللہ'' پر لیکچرز منعقد ہوئے۔ جس میں مدیر تعلیم انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی محترم جناب ڈاکٹر محمد الیاس صاحب، محترم جناب سید فاروق احمد صاحب اور محترم جناب تیسر علی صاحب نے تدریس کے فرائض انجام دیے۔

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد گزشتہ ماہ خصوصی محاضرہ اور فکر اسلامی کے تحت ''درس قرآن کی تیاری کیسے کریں؟'' اور ''احیائی عمل کے تین گوشے'' پر لیکچرز منعقد ہوئے جس میں ادارے کے اساتذہ نے ذمہ داری ادا کی۔

حکمت و دانش

اصل مسئلہ یہ ہے کہ فرد کی اصلاح کیسے ہو کہ اس کے اندر ایسی تبدیلیاں آجائیں کہ وہ نہ صرف اپنے معاشرے بلکہ بحیثیت مجموعی تمام انسانوں کے لیے فلاح کا ذریعہ بن جائے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا اور جن کے اس مشن کی قرآن بھی نشان دہی کرتا ہے۔

اس مقصد کے حصول کے لیے یہ ضروری ہے کہ انسان کا کردار بدلے اس کی صلاحیتوں میں مثبت تبدیلی آئے، اس کا ذہنی رویہ اور نقطہ نظر بدلے اور ترغیب و تحریک کے زاویے تبدیل ہوں۔ ظاہر ہے کہ یہ تبدیلیاں انسان کی اخلاقی تربیت اور تعلیمی بلندی کے بغیر ممکن نہیں۔ تمام انبیاء کرام بشمول حضرت ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور رسول اکرم ﷺ نے یہی کام کیا تھا۔

لیکن یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ صرف اور صرف مذہبی نظریے میں ہی وہ توانائی پائی جاتی ہے کہ انسان کی ان تمام اخلاقی قوتوں کو متحرک کر دے جو ایک طرف خود کفیل ترقی کی ضمانت دیں اور عدل کے اسلامی تصور کو حقیقت کا روپ عطا کریں۔ اور دوسری طرف تمام انسانوں کی بہتری اور اخوت کی ضمانت دیتی ہوں۔ یہ حالات جب تک پیدا نہیں ہوں گے جب تک انسان کوئی قربانی دینے کے لیے تیار نہ ہو۔ چنانچہ صرف مذہبی نظریے میں ہی یہ طاقت ہے کہ وہ اخروی جوابدہی کے یقین کی بنیاد پر دوسروں کے لیے قربانی دینے کے لیے انسان کو تیار کر لیتا ہے۔

بحوالہ: مسلم تہذیب از محمد عمر چھاپرا

خاموشی بہتر ہے

إِذَا كُنْتَ ذَا عِلْمٍ وَمَارَاكَ جَاهِلٌ

فَأَعْرِضْ فَفِي تَرْكِ الْجَوَابِ جَوَابُ

وَإِنْ لَّمْ تُصِبْ فِي الْقَوْلِ فَاسْكُتْ فَإِنَّمَا

سُكُوتُكَ عَنْ غَيْرِ الصَّوَابِ صَوَابُ

(قاضی ابو احمد منصور الہروی)

ترجمہ: ”جب کہ تو صاحبِ علم ہو اور تجھ سے کوئی جاہل جھگڑا کرے، تو تو اس سے منہ پھیر لے، کیونکہ جواب نہ دینا بھی جواب ہوتا ہے۔ اور صحیح بات نہ کہہ سکنے کی صورت میں خاموش رہ، کیونکہ غلط بات کہنے سے خاموش رہنا بہتر ہے۔“

شعبۂ مطبوعات

کے تحت درج ذیل کتب طبع کی گئیں

علم و حکمت کے موتی

چہرے کا پردہ

شعبۂ سمع و بصر

قرآن فورم:

قرآن فورم کے عنوان سے جاری ٹاک شو میٹرو وَن نیوز چینل پر ہر جمعہ دوپہر 1 بجے نشر ہوتا ہے۔اس کے علاوہ قرآن اکیڈمی کے آفیشل فیس بک پیج اور یوٹیوب چینل پر بھی ہر ہفتہ رات 8 بجے باقاعدگی سے اپ لوڈ کیا جاتا ہے۔ماہِ دسمبر 2021ء میں درجِ ذیل موضوعات پر پروگرام ریکارڈ کیے گئے:

ذاتی اصلاح اور دعوتِ دین (سورۃ المائدۃ:105 اور سورۃ الصف:2 تا 3 کی روشنی میں) وصیت کے احکامات (سورۃ المائدۃ:106 تا 108 کی روشنی میں)

کفار سے دوستی کی ممانعت (سورۃ الممتحنۃ:1، سورۃ النساء:144 اور سورۃ التوبہ:23 کی روشنی میں)

یہود و نصاریٰ سے دوستی کی ممانعت (سورۃ المائدۃ:51، 57 اور سورۃ الممتحنۃ:13 کی روشنی میں)

تذکیر ... برائے رفقائے تنظیمِ اسلامی

رفقائے تنظیم اسلامی کے لیے جناب شجاع الدین شیخ صاحب کی جانب سے "تذکیر" کے عنوان سے مختصر پیغام پر مشتمل ویڈیوز کے سلسلہ میں گزشتہ ماہ درجِ ذیل موضوعات پر ویڈیوز ریکارڈ کر کے مرکز تنظیمِ اسلامی کو ارسال کی گئیں: حلقۂ قرآنی کا اہتمام الصلوٰۃُ خیرٌ مِنَ النَّوم

پالیسی اسٹیٹمنٹ

امیرِ محترم جناب شجاع الدین شیخ صاحب کی درجِ ذیل عنوان پر پالیسی اسٹیٹمنٹ کی ویڈیو ریکارڈنگ تیار کر کے مرکز تنظیمِ اسلامی کو ارسال کی گئی:

پالیسی اسٹیٹمنٹ (7 جنوری 2022): مدینہ مسجد کراچی کو شہید کرنے کا معاملہ پالیسی اسٹیٹمنٹ (15 جنوری 2022): فرانس میں مسجد کی بندش

خطابِ امیر برائے نقباء، امراء و معاونین تربیتی و مشاورتی اجتماع:

نقباء، امراء و معاونین تربیتی و مشاورتی اجتماع کے لیے امیرِ محترم جناب شجاع الدین شیخ صاحب کا ایک گھنٹہ پر مشتمل خطاب کی ویڈیو ریکارڈنگ تیار کر کے مرکز تنظیم اسلامی کو ارسال کی گئی۔

قرآن اور اقوام انبیاء:

جیو ٹی وی کے لیے "قرآن اور اقوامِ انبیاءؑ" کے عنوان سے نگرانِ انجمن کی 25-25 منٹ کی 30 اقساط پر مبنی ایک سیریز کی ریکارڈنگز قرآن اسٹوڈیو میں جاری ہیں۔ اب تک اِس سلسلہ کے 24 پروگرام ریکارڈ کیے جا چکے ہیں جو کہ رمضان المبارک کے دوران جیو تیز ٹی وی پر نشر کیے جائیں گے۔

خطباتِ جمعہ:

ماہِ جنوری 2022ء میں جامع مسجد شادمان میں درجِ ذیل موضوعات پر ہونے والے خطباتِ جمعہ کی آڈیو ریکارڈنگز مرکز ارسال کی گئیں:

سبقت کرنے والے مقربین (سورۃ الواقعہ آیات 10 تا 14) نظارہ ہائے جنت ۔۔۔ اہل ایمان کی ترغیب کا ذریعہ (سورۃ الواقعہ آیات 15 تا 21)

ترغیبِ جنت اور ہمارا طرزِ عمل (سورۃ الواقعہ آیات 22 تا 40) تذکرۂ جہنم ۔۔۔ کیا ہم فکرمند ہیں؟ (سورۃ الواقعہ آیات 41 تا 44)

روشنی (ریڈیو پاکستان):

ریڈیو پاکستان پر روشنی کے عنوان سے نشر ہونے والے پروگرام کے لیے امیرِ محترم جناب شجاع الدین شیخ صاحب کے 2 لیکچرز ریکارڈ کر کے ان کی آڈیو ریکارڈنگ ریڈیو پاکستان کو فراہم کی گئیں۔

اغراض و مقاصد انجمن خدام القرآن، سندھ، کراچی

انجمن خدّام القرآن
سندھ، کراچی، رجسٹرڈ

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے قیام کا مقصد و منبع ایمان اور سر چشمۂ یقین قرآنِ حکیم کے علم و حکمت کی وسیع پیمانے اور اعلیٰ علمی سطح پر تشہیر و اشاعت ہے۔ تاکہ اُمت مسلمہ کے فہیم عناصر میں تجدید ایمان کی ایک عمومی تحریک برپا ہو جائے اور اس طرح اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور غلبۂ دینِ حق کے دورِ ثانی کی راہ ہموار ہو سکے۔

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے اغراض و مقاصد:

☆ عربی زبان کی تعلیم و ترویج؛

☆قرآن مجید کے مطالعے کی عام ترغیب و تشویق؛

☆علومِ قرآنی کی عمومی نشر و اشاعت؛

☆ ایسے نوجوانوں کی مناسب تعلیم و تربیت جو تعلّم و تعلیمِ قرآن کو اپنا مقصدِ زندگی بنالیں اور

☆ ایک ایسی قرآن اکیڈمی کا قیام جو قرآنِ حکیم کے فلسفہ و حکمت کو وقت کی اعلیٰ ترین علمی سطح پر پیش کر سکے۔

☆ ☆ ☆